Respected Urdu Lover,

Greetings and Welcome,

Our mission is to upload 1,001 Free Urdu Novels by 2010. You can help us by

(1) Composing some pages of the upcoming Novels

(2) Emailing this Novel to your 50 friends.

For more details please visit now: **www.1001Fun.com**

:: Our Special Thanks to ::

www.OneUrdu.com
www.PakStudy.com
www.UrduArticles.com
www.UrduCL.com
www.NayabSoftware.com

اردو پسندوں کو آداب اور خوش آمدید

ہمارا مشن دو ہزار دس **(2010)** تک ایک ہزار ایک **(1,001)** مفت اردو ناول آن لائن کرنے کا ہے۔ آپ اردو سے محبت کے اس مقدس مشن میں ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔ ﴿1﴾ آئندہ ناول کے چند صفحات کی کمپوزنگ کر کے ﴿2﴾ یہ ناول اپنے پچاس (50) دوستوں کو ای میل کر کے۔ ﴿2﴾ مزید تفصیلات کے لیے ابھی وزٹ کیجیے۔

wwww.1001Fun.com

خطرناک ڈھلان

از

ابن صفی

ناول کا آغاز

ان پہاڑوں کی بناوٹ عجیب تھی۔ اتنی عجیب کہ ان کے درمیان پائی جانے والی وہ طویل عمارت نہ تو اوپر سے دیکھی جا سکتی تھی اور نہ اطراف سے۔ پہاڑوں کی ڈھلانیں بھی ناقابل عبور معلوم ہوتی تھیں۔

زلمیر کے جنگل ان پہاڑوں کے دامن تک پہنچتے پہنچتے اس طرح غائب ہو گئے تھے۔ جیسے کسی پینٹنگ کا کوئی رنگ بتدریج ہلکا ہوتے ہوتے یکلخت معدوم ہو جائے۔ عدم اور وجود کے درمیان کوئی خط فاصل چھوڑے بغیر بالکل ننگے اور سنگلاخ پہاڑ تھے۔ وادی زلمیر کے شمال میں یہ پہاڑیاں بھی عجیب لگتے تھے کہ ان پر وادی کی ہریالی کی پرچھائیں تک نہیں پڑی تھی۔ یہ ناقابل عبور تھے اس لیے زرد ریگستان میں داخل ہونے کے لیے ان کے دامن میں مغرب کی طرف سفر جاری رکھنا پڑتا تھا۔

شکرال میں یہ پہاڑ بے فیض ہی نہیں بلکہ نحس بھی سمجھے جاتے تھے۔ اگر یہ ناقابل عبور نہ ہوتے تو انہیں زرد ریگستان تک پہنچنے کے لیے ڈیڑھ سو میل کا چکر نہ لگانا پڑتا۔ اپنے پیشرووں سے ان کی نحوست کی کہانیاں سنتے آئے تھے۔ لیکن اس سے لاعلم تھے کہ ان میں کوئی عمارت بھی پوشیدہ ہے۔

اس وقت اسی عمارت کے ایک کمرے میں جو اپنی ساخت اور سامان کی بنا پر وائرلیس آپریشن روم معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرد اور عورت تیز تیز لہجے میں گفتگو کر رہے تھے۔ یہ دونوں ہی کسی سفید

فام نسل سے تعلق رکھتے تھے۔

تم احمق ہو۔ عورت نے مرد کو گھورتے ہوئے کہا۔

بدزبانی مجھے پاگل کر دیتی ہے۔ اسے ہمیشہ یاد رکھنا۔ مرد غرایا۔

تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟۔

ایک ذمہ دار آدمی۔

اور میرے ماتحت بھی؟۔ عورت کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

مرد کچھ نہ بولا۔ عورت کہتی رہی۔ تم میری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ گے۔

مرد کے ہونٹوں پر زہریلی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ لیکن وہ عورت کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

عورت نے کہا۔ اس مسکراہٹ کا مطلب؟۔

واقعی تم ایسی ہی انچارج ہو کہ چھینکنے اور کھانسنے کا مطلب بھی پوچھ سکتی ہو۔

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا معاملہ آگے بڑھا دیا جائے؟۔

پھر تم خود کس مرض کی دوا ہو؟۔

کیا مطلب؟۔

کیا تم خود ہی اپنے کسی ماتحت کو سزا نہیں دے سکتیں؟۔

مجھے سزا دینے کا اختیار نہیں۔

میں تمہیں یہ اختیار دیتا ہوں۔

شٹ اپ۔

مرد نے مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبائی تھی۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

تم ایک بیحد گھٹیا آدمی ہو۔ عورت نے تلخ لہجے میں کہا۔

صرف میں ہی نہیں بلکہ ہم سب۔

بکواس بند کرو۔ اب تم یہاں نہیں رہ سکو گے۔ وہ پیر پٹخ کر دہاڑی۔ اس کے باوجود بھی میں اس پر احتجاج کرتا رہوں گا کہ دو سفید فام لڑکیوں کو بھی جانور بنا دیا گیا ہے۔ جب کہ ہم یہاں صرف شکرالی وحشیوں کے لیے آئے تھے۔

تمہیں احتجاج کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ تم صرف ایک تنخواہ دار آدمی ہو تمہیں ادارے کی پالیسیوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔

لیزا۔۔۔

مادام گوردو کہو۔ وہ سخت لہجے میں بولی۔ میں نے کسی کو بھی اپنا پہلا نام لینے کا حق نہیں دیا۔

او۔۔۔کے۔۔۔ مادام گوردو۔ وہ چبا چبا کر بولا۔ میں نکلس۔۔۔ استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اس ملازمت سے سبکدوش کر دیا جائے۔

بہت بہتر ہے۔ میں ابھی ہیڈکوارٹر سے رابطہ کرتی ہوں۔ اس نے کہا اور ٹیلی پرنٹر کے سامنے جا بیٹھی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چلنے لگی تھیں۔۔۔۔ وہ اسی لیے خود کو اس اسٹیشن کا انچارج سمجھتی تھی کہ اس کے علاوہ یہاں اور کسی کو بھی پیغام رسانی کے کوڈ کا علم نہیں تھا۔ پیغام کی ترسیل کے بعد وہ ٹیلی پرنٹر کے پاس سے ہٹ آئی۔

نکلس اسے گھورے جا رہا تھا۔ لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

تم نے کیا رپورٹ بھیجی ہے؟۔ اس نے تھوڑی دیر بعد کھنکار کر پوچھا۔

یہی کہ تم ملازمت جاری نہیں رکھنا چاہتے۔ لیزا گوردو نے خشک لہجے میں کہا۔

اور ملازمت جاری نہ رکھنے کی وجہ بھی بتائی ہوگی؟۔

ضروری نہیں۔

تم نے زیادتی کی ہے میرے ساتھ۔ اگر وجہ نہیں بتائی۔

اوپر والوں کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔ وجہ بتائے بغیر بھی وہ تمہیں سبکدوش کر دیں گے۔ عموماً یہی ہوتا ہے۔

دفعتاً ٹیلی پرنٹر بیدار ہو گیا تھا۔ جوابی پیغام آنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پیغام کو ڈی کوڈ کر رہی تھی۔ لیکن اصل پیغام کو تحریر میں نہیں لائی تھی۔

اصل جواب تھا۔ نکلس کو بھی جانور بنا دیا جائے۔ مگر اس نے نکلس کے لیے لکھا۔ سبکدوش کیا گیا۔ اسے بدھ تک پہنچنے والے ہیڈ کوپٹر سے واپس بھیج دیا جائے۔ پھر اس نے وہ کاغذ نکلس کی طرف بڑھا دیا۔ نکلس نے اس پر نظر ڈالی۔ اور سر ہلا کر بولا۔ اچھی بات ہے۔ میں وہاں پہنچ کر انہیں ضرور بتاؤں گا کہ میں نے ملازمت کیوں ترک کی ہے۔

لیزا نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ اب یہاں آپریشن روم میں تمہارا کوئی کام نہیں۔ اپنے کمرے میں جاو۔

بہت بہتر۔ نکلوس اٹھتا ہوا غرایا اور فرش پر زور زور سے پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔

لیزا کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے انٹرکام کا بٹن دبایا اور آہستہ سے بولی۔ ہیلو۔۔۔ روبن۔۔۔۔

یس گوردو۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

آپریشن روم میں آجاو۔

او۔۔۔ کے۔۔۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اور لیزا نے انٹرکام کا کنکشن آف کر دیا۔

لیزا ستائیس اٹھائیس سال کی گداز جسم والی ایک دل کش عورت تھی۔ آنکھیں بڑی جاندار تھی اور جبڑوں کی مخصوص بناوٹ کی بنا پر مضبوط قوت ارادی کی مالک بھی معلوم ہوتی تھی۔

آپریشن روم کا دروازہ کھول کر ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اور دروازے کے قریب رک کر حیرت سے بولا۔ آہا۔ نکلوس ڈیوٹی سے غیر حاضر ہے کیا؟۔

لیزا اس کی طرف مڑی۔

نہیں روبن۔ اچانک اس کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ اس لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔

اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔۔

میں وادی کے مختلف پوائنٹس کا جائزہ لینا چاہتی ہوں۔

ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔

نکلوس کا بقیہ سارا کام تمہارے سر نہیں ڈالا جائے گا۔

ڈالا بھی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ کل وہ میرے کام آئے گا۔

اسی لیے پورے سٹاف میں تمہیں سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں۔

شکریہ گوردو۔

سامنے والی دیوار کے قریب پہنچ کر روبن نے کنٹرول بورڈ کے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی۔ بائیں جانب ایک اسکرین روشن ہوگئی تھی۔ یہ چار فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی اسکرین تھی۔

پوائنٹ نمبر تین۔ لیزا نے کہا۔

روبن نے دوسرے پش سوئچ پر انگلی رکھی ہی تھی کہ اسکرین پر وادی زلمیر کا کوئی حصہ نظر آنے لگا۔ اور سنہری مادہ سیاہ نر کے ساتھ اچھل کود کرتی ہوئی دکھائی دی تھی۔

کیا اچھا ہوتا اگر ہم ان کی آوازیں بھی سن سکتے۔ روبن بولا۔

اس کا انتظام ناممکن ہے۔ لیزا نے کہا۔

اسکرین پر وہ دونوں اس طرح متحرک نظر آرہے تھے جیسے رقص کر رہے ہوں۔

بہت خوش معلوم ہوتے ہیں؟۔

پوائنٹ نمبر سات۔ لیزا نے کہا۔

روبن نے کوئی اور بٹن دبایا اور اسکرین کا منظر بدل گیا۔ یہاں سفید مادہ تنہا دکھائی دی۔

پوائنٹ نمبر پانچ۔

منظر پھر بدلا۔ ایک سیاہ نر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا نظر آیا۔

اس کے بعد لیزا نے کئی پوائنٹس کے نمبر دہرائے تھے۔ مناظر بدلتے رہے پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے کارروائی ختم کرنے کو کہا تھا۔

اسکرین تاریک ہوگئی تھی۔

تیسرا کہاں گیا؟۔ لیزا پر تشویش لہجے میں بڑبڑائی۔

روبن کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ اس نے کہا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم صرف اپنے کام سے کام رکھو؟۔

مقصد۔۔۔ گوردو۔۔۔ اگر ہم مقصد سے آگاہ ہو جائیں تو کیا حرج ہے؟۔

مقصد کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے۔

بڑی عجیب بات ہے۔ جس سرگرمی سے تم کام میں حصہ لے رہی ہو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ کم از کم تم تو مقصد سے واقف ہی ہوگی۔

مجھے صرف اس سے سروکار ہوتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ کیوں کرنا ہے؟۔ اسے وہ جانے جو ہم سے کام لے رہے ہیں۔

لیکن ہم کسی مشین کے پرزے نہیں۔۔۔۔ آدمی ہیں۔

آدمی کے ساتھ سب سے بڑی ٹرجڈی یہی ہے کہ وہ مشین کا پرزہ نہیں بن سکا۔ اگر وہ مشین کے کسی پرزے ہی کی طرح صرف اپنے کام سے سروکار رکھے تو اسے بہتیرے دکھوں سے نجات مل جائے گی۔

اچھا یہی بتادو کہ اس کام کے لیے خصوصیت سے یہی علاقہ کیوں منتخب کیا گیا ہے؟۔

یہاں کے باشندے غیر مہذب اور توہم پرست ہیں۔۔۔۔ یہ اسے کوئی آسمانی بلا سمجھ رہے ہیں۔ لہذا وہ اس سے متعلق کسی قسم کی چھان بین کئے بغیر خاموشی سے جانور بنتے رہیں گے۔

پھر دوسری آسانی یہ ہے کہ یہاں یہ عمارت ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے۔

ہاتھ لگ گئی ہے؟۔ کیا مطلب؟۔ روبن نے حیرت سے کہا۔

تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ عمارت ہماری فرم نے بنوائی ہے؟۔

پھر اور کیا سمجھوں؟۔

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تم خود سوچو بھلا ہمارے لیے کیوں کر ممکن ہوتا۔ کیا ہم یہاں تک تعمیر کا سامان لا سکتے۔ دراصل یہ عمارت پچھلی جنگ عظیم کے دوران میں جرمن نازیوں نے بنائی تھی۔ یہاں سے وہ کئی ممالک پر نظر رکھ سکتے تھے۔ یہاں انہوں نے شمسی توانائی سے چلنے والا جنریٹر لگایا تھا۔ ایسا زبردست جنریٹر جو ایک بہت بڑے شہر کو برقی توانائی سپلائی کر سکتا ہے۔ تم دیکھ ہی رہے ہو، ہاں تو بس اس عمارت کی دریافت تین بڑوں میں سے ایک کے سر ہے۔

وہ کون ہے؟۔

پروفیسر برنارڈ۔

تب تو اسے پہلے ہی سے علم ہوگا۔ وہ بھی تو جرمن ہی ہے۔

ہوسکتا ہے۔

لیکن مقصد؟۔

کیوں غم پال رہے ہو؟۔ لیزا ہنس کر بولی۔ اپنے کام سے کام رکھو۔

☆

عمران گھوڑا اڑائے رحبان کی طرف بڑھا جا رہا تھا اس وقت وہ انسانیت ہی کے جامے میں تھا۔ پہلے اس نے تجویز پیش کی تھی کہ شہباز ہی رحبان جائے اور کسی طرح ان گیارہ آدمیوں کو ان کے حجرے سے نکال لائے جن کی ماہیت بدل گئی تھی۔ لیکن پھر اس نے خود ہی اس تجویز کو رد کر دیا تھا۔

ضروری نہیں تھا کہ شہباز اپنی ظاہری حالت کو چھپائے رکھنے میں کامیاب ہو جاتا۔ بہر حال ناکامی کی صورت میں یا تو وہ کسی کی گولی کا شکار ہو جاتا یا پوری بستی میں ہراس پھیلا دیتا۔ لہذا عمران نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ خود ہی جائے اور کسی نہ کسی طرح رحبان کے سردار شہداد تک رسائی حاصل کر لے۔۔۔۔ شکرال کے ہر بستی میں اس کے کچھ نہ کچھ شناسا موجود تھے۔ اس لیے وہ تھا تو کسی شکرالی ہی کے لباس میں لیکن خدوخال میں کسی تبدیلی کے بغیر بحیثیت صف شکن دور سے بھی پہچانا جا سکتا تھا۔

شام ہوتے ہوتے وہ بستی میں جا پہنچا اور سیدھے ایک کزک کی راہ لی۔۔۔۔۔ یہاں خاصی بھیڑ تھی۔ اس نے اپنے لیے ایسی جگہ منتخب کی جہاں اس پر ہر ایک کی نظر پڑ سکتی۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک ادھیڑ عمر آدمی اسے بہت غور سے دیکھنے لگا۔ عمران کے چہرے پر پائی جانے والی حماقت کچھ اور گہری ہوگئی۔

پھر وہ آدمی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔

عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرایا۔ اور آہستہ سے بولا۔ اگر تم نے مجھے پہچان لیا ہے تو شور مچانے کی ضرورت نہیں۔

تو پھر واقعی میں نے تمہیں پہچان لیا ہے صف شکن۔

بیٹھ جاو۔۔۔ اور آہستہ بولو۔

شکرالی کے چہرے پر دبی دبی جوش کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے اس کے قریب بیٹھ کر گرمجوشی سے اس کا بازو دبایا تھا۔

میں ہمیشہ صحیح وقت پر تم لوگوں میں پہنچتا ہوں۔ عمران نے کہا لیکن شکرالی کچھ نہ بولا۔

کیا ان گیارہ جیالوں میں سے کوئی حجرے سے باہر نکلا؟۔ عمران نے پوچھا۔

اوہ۔۔۔۔ صف شکن کوئی نہیں۔۔۔۔ کوئی بھی نہیں۔ وہ اچانک مضطرب نظر آنے لگا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟۔

میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔

تم کیا جانتے ہو؟۔

ابھی ظاہر کرنے کا وقت نہیں آیا۔ کیا تم سردار شہد تک میرا ایک پیغام پہنچا سکو گے؟۔

ان میں سے کوئی کسی کی نہیں سنتا۔

یہ بہت ضروری ہے۔ میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔

عسکر۔۔۔۔

ہاں۔ تو بھائی عسکر۔ جس طرح بھی ممکن ہو۔ ورنہ چٹانوں کے بیٹے جھاگ کی طرح بیٹھ جائیں گے۔

شہداد میرا عم زاد ہے۔ لیکن یقین کرو، وہ میری بھی نہیں سنے گا۔ ٹھہرو، پہلے میں تمہارے لیے تیمال منگاؤں، باتیں بعد میں ہوں گی۔

شکریہ، رب عظیم نے مجھے صرف ٹھنڈا یا گرم پانی پینے کی اجازت دی ہے قہوہ منگوالو۔

عسکر نے تلارگ کو آواز دی۔

بات بھی ہوتی رہے تو کیا حرج ہے عمران بولا۔ تم میرے نام پر شہداد کو آواز دینا۔ اگر نہ بولے تو واپس آ جانا۔ اس سے کہنا صف شکن نے کہا ہے کہ وہ نہ کوئی آسمانی بلا ہے اور نہ کوئی وبا۔۔۔۔

مجھ سے مل لو تو بہتر ہوگا۔

تم نے مجھے بے چینی میں مبتلا کر دیا ہے صف شکن۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔۔ قہوہ پی کر میرے ساتھ گھر چلو۔

یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں میری موجودگی کی خبر عام ہو جائے۔

عسکر کچھ نہ بولا۔ قہوہ پی کر دونوں کزک سے باہر نکلے تھے۔ اور عمران نے تھان سے گھوڑا کھولا تھا۔ لگام تھامے ہوئے عسکر کے ساتھ پیدل ہی چلتا رہا۔

تم میرے مہمان ہو صف شکن، کاش اس پریشانی کے دور سے پہلے آئے ہوتے۔

شاید رب عظیم نے مجھے اسی لیے بھیجا ہے کہ تم اس پریشانی کے دور سے بعافیت گزر جاو۔

کیا انہیں کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے جسے آسمانی بلا یا بیماری سمجھا جا سکے؟۔

بس گھر چل کر باتیں کریں گے۔

پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے تھے۔ گھر پہنچ کر عمران نے محسوس کیا کہ عسکر حقیقت حال سے آگاہی کے لیے حد سے زیادہ بے چین نظر آنے لگا ہے۔

کیا تم، اسے پسند کرو گے کہ پوری بستی میں خوف کی لہر پھیل جائے؟۔ عمران نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہرگز نہیں۔

فی الحال بستی والے متحیر ہیں لیکن اگر ان پر حجرہ نشینوں کا راز ظاہر ہو گیا تو وہ خوف سے پاگل ہو جائیں گے۔ لہذا میں تمہیں جو کچھ بتانے جا رہا ہوں اسے تمہاری ذات تک ہی محدود رہنا

چاہئے۔

رب عظیم کی قسم ایسا ہی ہوگا۔

پہلے یہ بتاو۔۔۔ کہ وہ عورت کون تھی جس نے بڑے عابد کی توجہ ان گیارہ آدمیوں کی طرف مبذول کرائی تھی؟۔ کوئی بھی رہی ہو۔ شہداد کی بیوی ہرگز نہیں تھی۔ یہ بات تو پورے شکرال میں پھیل گئی ہے کہ کسی عورت نے شہداد کی نمائندگی کرنے کی کوشش کی تھی۔

بہرحال جو کوئی بھی تھی یہی چاہتی تھی کہ وہ گیارہ آدمی اپنے حجروں سے نکل آئیں۔

اچھا۔۔۔ میں اتنا سمجھ گیا۔

اگر میں یہ کہوں کہ وہ گیارہ آدمی بن مانس ہوگئے ہیں تو کیا تم یقین کرلوگے؟۔

بن مانس۔۔۔ نہیں۔

حالانکہ یہاں ان میں سے کسی کا ہاتھ دیکھا گیا تھا جس پر بالشت بھر لمبے بال تھے۔

افواہ ہے صف شکن، پوری بستی میں کسی بچے کو بھی اس کا اعتراف نہیں ہے کہ اس نے کوئی ایسا ہاتھ دیکھا ہے۔

پھر اس افواہ کو پھیلانے والا بھی کوئی ایسا ہی فرد ہوگا جیسی وہ عورت تھی؟۔

ہوسکتا ہے۔

لیکن یقین کرو کہ یہ افواہ نہیں حقیقت ہے۔ کوئی انہیں حجروں سے نکالنے کی کوشش کررہا ہے۔

کون؟۔

ابھی یہ بتانا مشکل ہے۔ لیکن اگر وہ گیارہ میری بات مان لیں تو شاید جلد ہی سازشیوں کو بے نقاب کرسکوں۔

مگر صف شکن۔ وہ بن مانس کیسے ہوگئے؟۔

فرنگیوں کے پاس ایسی ادویات موجود ہیں۔

عسکر کی پیشانی پر فکرمندی کی لکیریں ابھر آئیں۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ بڑے عابد کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ کوئی شکرالی تاحکم ثانی وادی زلمیر میں قدم نہ رکھے۔

عمران نے کہا۔ میرے ہی مشورے پر بڑے عابد نے اعلان کرایا ہے۔ اگر وہ گیارہ آدمی بات کرنے پر رضامند ہوجائیں تو میں اسے ثابت کردوں گا کہ ان پر یہ بپتا وادی زلمیر ہی میں پڑی ہوگی۔

زرد ریگستان کے سفر کے لیے وادی زلمیر سے گزرنا ضروری ہے۔

عمران کچھ نہ بولا۔ دفعتاً عسکر چونکا تھا اور عمران کو غور سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔ سردار شہباز کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ وہ اس عورت کی تلاش میں ہے جس نے شہداد کی بیوی ہونے کا دعوے کیا تھا۔

وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن وہ رحبان نہیں پہنچے۔ جبکہ داراب نے کہا تھا کہ وہ رحبان کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔ آج صبح تک ہم دونوں ساتھ ہی رہے تھے۔

کہاں؟۔

وادی زلمیر میں۔

عسکر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

کون ہے؟۔ عسکر نے اونچی آواز میں پوچھا۔

شارق۔ باہر سے آواز آئی۔

شہداد کا منجھلا بیٹا۔۔۔ خیرہ سر۔۔۔ عسکر نے آہستہ سے کہا۔

خیرہ سر؟۔

ہاں۔۔۔ اور پہلی بار اس نے میرے دروازے پر دستک دی ہے۔

تو پھر؟۔

ہنگامہ۔

میں نہیں سمجھا؟۔

ہوسکتا ہے میرے خلاف کوئی خلش اسے یہاں لائی ہو۔

عمران کچھ نہ بول۔۔۔ وہ شکرال کے خیرہ سروں کے بارے میں بھی معلومات رکھتا تھا۔ چھیڑ چھیڑ کر دوسروں سے لڑنے والے۔۔ کسی کو خاطر میں نہ لانے والے خیرہ سر بھی شکرال کی روایات میں خاصی اہمیت رکھتے تھے۔ اپنے حال میں مست رہنے والے لوگ جب کسی اور کی طرف متوجہ ہوتے تو اسے اپنی عافیت خطرے میں نظر آنے لگتی تھی۔ عسکر، شہداد کا چچازاد بھائی تھا۔ اس طرح شارق اس کا بھتیجا ہوا۔ لیکن اس کی آمد پر وہ بھی کسی قدر نروس نظر آنے لگا تھا۔

عمران خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

دروازہ کھولو۔ باہر سے پھر آواز آئی۔ عسکر طوعاً وکرہاً آگے بڑھا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اسے دھکا دیتا ہوا اندر گھس آیا تھا۔

عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ خاصا قدآور اور مضبوط جسم والا تھا۔ آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔

یہ کون ہے؟۔ اس نے عمران پر سے نظر ہٹائے بغیر سوال کیا۔

میرا ایک دوست۔ عسکر بولا۔

تمہارے علاوہ کزک میں اسے اور کسی نے نہیں پہچانا؟۔

تو میں کیا کروں؟۔

تمہارے علاوہ اور کون پہچانتا ہے اسے؟۔

تمہارا باپ۔

چچا عسکر، میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا۔

میری ہڈیاں زیادہ رسیلی ہیں۔ عمران مسکرا کر بولا۔

شارق نے وحشیانہ انداز میں عمران پر چھلانگ لگائی غالباً اس کے سینے پر ٹکر مارنا چاہتا تھا لیکن عسکر بڑی پھرتی سے دونوں کے درمیان آ کر فرش پر چاروں خانے چت گرا۔ ساتھ ہی اس

نے شارق کو للکارا بھی تھا کہ اگر اس کے مہمان کو ذرا سی بھی خراش آئی تو وہ سے قتل کردے گا۔

میں نے اس لڑکے پر اپنا خون معاف کیا۔ عمران کہتا ہوا شارق کے دوسرے حملے سے بچا تھا۔

عسکر اٹھ ہی رہا تھا کہ اس نے شارق کو لہرا کر فرش پر گرتے دیکھا وہ گرا تھا اور پھر اٹھ نہیں سکا تھا۔ عمران اس کے قریب ہی کھڑا بے ہوش لڑکے کو مغموم نظروں سے دیکھتا رہا۔

کک۔۔۔ کیا ہوا؟ عسکر ہکلایا۔

کچھ بھی نہیں۔۔۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آجائے گا۔ عمران بولا۔ جوش ہی جوش ہے تجربہ نہیں رکھتا۔

مجھے یقین ہے کسی نے ورغلا کر اسے یہاں بھیجا تھا۔ ورنہ اس نے کبھی میرے منہ آنے کی کوشش نہیں کی۔ عسکر نے مضمحل سی آواز میں کہا۔

دفعتاً عمران بے ہوش خیرہ سر کی طرف جھکا تھا جس کی مٹھی میں اسے کوئی چمکدار چیز دبی ہوئی دکھائی دی تھی۔ عسکر بھی متوجہ ہوگیا۔ عمران بے ہوش خیرہ سر کی مٹھی کھول رہا تھا۔ چمکدار چیز اس کی گرفت سے پھسل گئی۔

یہ سگریٹ لائٹر کی شکل کا ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر ثابت ہوا تھا۔

یہ کیا ہے؟ عمران نے اسے عسکر کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

تمباکو نوشی کے لیے۔

عمران نے سر کو جنبش دی۔ پھر وہ اسے اس کا استعمال بتانے لگا۔

میرے لیئے نئی دریافت ہے۔ عسکر پر تفکر لہجے میں بولا۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں کے لیئے نئی چیز ہے۔

بالکل۔

اسے کہاں سے ہاتھ لگا ہے؟۔

رب عظیم ہی جانے۔

کیا اس نے اس دوران میں شکرال سے باہر کا سفر کیا تھا؟۔

نہیں۔۔۔ اس نے ابھی تک غیر شکرالی آسمان نہیں دیکھا۔

اور یہ پہلی بار تم پر چڑھ آیا تھا؟۔

بالکل یہی بات ہے۔

اچھا میں دیکھوں گا۔ وہ ہوش میں آرہا ہے۔ تم یہاں سے ہٹ جاو۔

عسکر کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔

فی الحال اپنی روایتی مہمان نوازی کو بھول جاو۔ ہم عرصہ جنگ میں ہیں۔ تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ شکرال کس خطرے سے دوچار ہے۔ عمران نے اس کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

ہوشیار رہنا۔ عسکر بولا۔

ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں اپنی حفاظت کرسکتا ہوں۔

عسکر چلا گیا۔ بے ہوش نوجوان نے کروٹ لی تھی۔ کراہا تھا۔ اور پھر بڑی پھرتی سے اٹھ بیٹھا۔

لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال سکتا عمران کا ریوالور نکل آیا۔ یہ کرتب۔ وہ آہستہ سے بولا۔ اور ایسے ہی کئی اور تمہیں بھی سکھا سکتا ہوں میرے شاگرد بن جاو۔

تم ہو کون؟۔ شارق دہاڑا۔

اس سے پہلے یہ بتاو کہ یہ تمہیں کہا سے ملا۔ عمران نے بائیں ہاتھ سے اسے وہ ٹرانسمیٹر دکھاتے ہوئے پوچھا جو کچھ دیر قبل اس کی مٹھی سے نکالا تھا۔

اوہ۔۔۔ لٹیرے۔ شارق نے اٹھنے کی کوشش کی۔

نہیں اسی طرح بیٹھے رہو۔ عمران ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

میں کہتا ہوں، اسے واپس کر دو۔

یہ معلوم کئے بغیر ناممکن ہے کہ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟۔

اگر میں نہ بتاوں تو؟۔

عسکر کا مہمان تمہیں مار ڈالے گا اور کسی کے کانوں پر جوں نہیں رینگے گی۔ کیونکہ عسکر کا مہمان پوری بستی کا مہمان ہے۔ اور تم ایک حملہ آور کی حیثیت رکھتے ہو۔

وہ خاموشی سے عمران کو گھورتا رہا۔ پھر دانت پیس کر بولا۔ تمہیں واپس کرنا پڑے گا۔

کوشش کرو۔ اس بار تمہیں ہوش نہیں آئے گا۔

شارق چیخ چیخ کر عسکر کو بلانے لگا۔

وہ نہیں آئے گا۔ جب تک کہ میں آواز نہ دوں۔ عمران مسکرا کر بولا۔

اب وہ بے بسی سے عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔ آخر بولا۔ یہ میرا کھلونا ہے۔ جادوئی کھلونا۔ اس میں سے کبھی کبھی گھوڑے کی ہنہناہٹ سنائی دیتی ہے میں نے کسی کو نہیں بتایا۔ لاو مجھے واپس دیدو۔ ورنہ میں تمہارے تفنگچے سے بھی نہیں ڈرونگا۔

ملا کہاں سے تھا؟۔

مجھے یاد نہیں۔ کہیں پڑا ملا تھا۔

یاد کرو شارق، یہ بہت ضروری ہے۔ تم آخر کون ہو، اور تمہیں میرے معاملات سے کیا سروکار؟۔

میں تمہارے باپ کا دوست ہوں۔

لیکن میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا؟۔

نہ دیکھا ہو۔۔۔ مگر نام ضرور سنا ہوگا؟۔

کیا نام ہے؟۔

صف شکن۔

کون صف شکن؟۔

شاید شکرال میں ایک ہی صف شکن کی کہانی مائیں بچوں کو سنایا کرتی ہیں۔

نہیں۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

وہ صف شکن تو نہیں۔ شارق اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ جس نے دوڑتے ہوئے گھوڑے پر کھڑے ہو کر رائفل سے ہوائی جہاز گرا لیا تھا۔

تم ٹھیک سمجھے۔

وہ جھپٹ کر عمران سے لپٹ گیا اور بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا بولا۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تو تمہارے خواب دیکھا کرتا تھا۔

پرواہ مت کرو۔ عمران نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔ میں تو تمہارے باپ سے ملنے آیا تھا۔

مشکل ہے۔

میں اس کے بارے میں سن چکا ہوں۔ لیکن تم لوگوں نے یہ جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی کہ ایسا کیوں ہے؟۔

میں تو دروازہ توڑ دیتا لیکن میری بہن آڑے آتی ہے۔

مجھے کسی نہ کسی طرح حجرے تک پہنچ کر سردار شہداد سے دو باتیں کرنی ہیں۔

ارے ابھی چلو، میں تمہاری وجہ سے چچا عسکر سے معافی مانگ لوں گا۔

لیکن یہ؟۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کیا۔ اب میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔

جتنی جلد ممکن ہوا اتنا ہی اچھا ہے۔

یہ ہے کیا؟۔

فرنگیوں کا ایک شیطانی چرخہ۔۔۔ تمہیں گھوڑے کی ہنہناہٹ کے علاوہ اور کچھ بھی سنائی دیتا

ہے یا نہیں؟۔

نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے اور کچھ نہیں سنا۔

کوئی وقت مقرر ہے اس آواز کا؟۔

اس پر تو میں نے دھیان نہیں دیا۔

اب بتاؤ۔ کیا بتانا چاہتے تھے۔

زیارت میں کوئی میری سوتیلی ماں بن کر گئی تھی۔ مجھے اس مکار عورت کی تلاش تھی۔ میں گلترنگ گیا۔ اسے ڈھونڈتا رہا۔ وہ نہ ملی۔ واپس پر گوگرد کے چشمے کے قریب یہ چیز مجھے پڑی ملی تھی۔

گوگرد کا چشمہ۔ عمران نے پر تفکر انداز میں دہرایا۔

ہاں۔۔۔ وہ چشمہ جو سڑتے ہوئے جسموں کو بھی توانا کر دیتا ہے۔ اس کا پانی مسیحائی کرتا ہے۔

اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اس کے پانی سے گوگرد کی بو آتی ہو گی۔

ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔

میں نے وہ چشمہ نہیں دیکھا۔

میں تمہیں دکھاؤں گا۔

کیوں نہ ہم پہلے یہی کام کر لیں۔ تمہارے باپ سے بعد میں ملنے کی کوشش کرونگا۔

ٹھیک ہے۔

عمران نے عسکر کو آواز دی تھی۔ وہ آیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دونوں کو دیکھتا رہا۔ دفعتاً شارق بولا۔ میں معافی چاہتا ہوں چچا عسکر۔ اگر تم نے پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ یہ کون ہے۔

ختم کرو۔ عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ لیکن تم میرے بارے میں کسی کو بھی نہیں بتاو گے۔ اور اب جاو۔ اور اپنا گھوڑا اور سفری تھیلا لے کر یہاں آ جاو۔ جتنی بھی جلد ممکن ہو۔

وہ دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

حیرت انگیز۔ عسکر حیرت سے بڑبڑایا۔

لڑکا فطرتاً برا نہیں۔ کسی خیرہ سر کی نقالی کر رہا ہے۔ مناسب تربیت مل جائے تو کام کا آدمی بن جائے گا۔

لیکن تم اسے کہاں لے جا رہے ہو؟۔

جہاں یہ پڑا ملا تھا۔ عمران نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالتے ہوئے کہا۔

کیا یہ اتنا ہی اہم ہے؟۔

ہاں، شکرال کے کسی ویران مقام پر اس کا پایا جانا اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

یعنی پھر کوئی فرنگی سازش۔

میرا بھی یہی خیال ہے۔

کیا میں بھی ساتھ چلوں۔۔۔۔ مگر جانا کہاں ہے؟۔

چشمہ گوگرد تک۔۔۔۔ وہیں کہیں یہ پڑا ملا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خصوصیت سے شارق کے لیے ہی وہاں چھوڑا گیا ہو۔

میں نہیں سمجھا۔

یہ پیغام رسانی کا آلہ ہے۔ اس کے توسط سے ہماری آوازیں کہیں دور بھی سنی جا رہی ہوں گی۔

اس وقت بھی؟۔

نہیں۔ اس سے میں نے برقی حصہ نکال لیا ہے، جو اسے کارآمد بناتا ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ ان گیارہ حجرہ نشینوں کے بارے میں ہونے والی چہ میگوئیاں کسی حد تک ضرور پہنچی ہوں گی۔ اور شاید یہ اسی لیے وہاں ڈالا گیا تھا وہ باخبر رہیں۔

یعنی۔۔۔۔ شارق کے توسط سے۔

ہاں آں۔۔۔۔ شارق اسی پراسرار عورت کی تلاش میں گلترنگ گیا تھا۔ تب تو ممکن ہے۔ عسکر طویل سانس لے کر بولا۔

☆

نکولس کو یقین نہیں تھا کہ اسے وہاں سے واپس بلایا جائے گا۔ جو کہ لیزا گوردو نے اسے بتایا تھا۔ اس کی تصدیق کرنے والا وہاں اور کوئی نہیں تھا کیونکہ کوڈ سے صرف وہی واقف تھی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بیکار نہیں بیٹھا تھا۔ بلکہ وہ ساری احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی کوشش کی تھی۔ جو اس کی جان بچانے کے سلسلے میں مدومعاون ثابت ہو سکتیں۔ پھر اچانک وہ چونکا تھا۔ ایک نئے خیال نے اس کے ذہن میں سر ابھارا۔ کہیں اسے بھی جانور نہ بنا دیا جائے۔

اسے ان طریقوں کا علم تھا جو اس سلسلے میں بروئے کار لائے جاتے تھے۔۔۔۔۔ تو پھر ۔۔۔۔؟ بڑا سوالیہ نشان اس کے ذہن میں چکر لگانے لگا۔ یہاں سے بھاگ نکلنا تو قطعی ناممکن تھا۔ کس میں جرات تھی جو ان خطرناک ڈھلانوں کی طرف رخ بھی کرسکتا۔ یہاں سے نکلنے کا واحد ذریعہ وہی ہیلی کاپٹر تھا جو ہر تیسرے دن ان کے لیے رسد لایا کرتا تھا۔ لیکن اس پر قبضہ کر لینا آسان کام نہیں تھا۔ وہ سوچتا اور الجھتا رہا۔

دفعتاً انٹرکام سے آواز آئی۔ کیا تم اپنے کمرے میں ہو نکولس۔

آواز لیزا ہی کی تھی اور اس میں ناگواری کا شائبہ تک نہیں تھا۔

ہاں لیزا۔ میں کمرے میں ہی ہوں۔

لیبارٹری میں پہنچ جاو۔

لیکن میں ۔۔۔۔ میں تو سونے کی تیاری کر رہا تھا۔

پھر بھی تمہاری ضرورت ہے۔

تعجب ہے۔۔۔۔ میں تو سبکدوش کر دیا گیا ہوں۔

سبکدوش نہیں بلکہ معطل کیے گئے ہو۔ ہیڈ کوارٹر پہنچ کر تمہیں اپنے رویئے کی وضاحت کرنی پڑے گی۔ لیکن تم نے تو سبکدوشی کا حکم سنایا تھا۔

ہوسکتا ہے۔ غلطی سے ایسا ہوا ہو۔ سبکدوشی کے بعد فرم کے توسط سے تمہاری واپسی کوئی منطقی جواز نہیں رکھتی۔ بہرحال تم صرف معطل کیے گئے ہو۔

لیکن لیبارٹری میں میرا کیا کام ہوسکتا ہے۔ میں لاسلکی کے شعبے سے تعلق رکھتا ہوں۔

تم الیکٹریشن بھی ہو۔ لیزا کی آواز آئی۔ یہاں ایک مشین کے برقی نظام میں خلل پڑ رہا ہے۔ آکر اسے دیکھ لو۔

خیر آجاوں گا۔ لیکن بیس منٹ سے پہلے پہنچنا مشکل ہے۔

یہی سہی۔۔۔ اوور۔

انٹرکام خاموش تھا۔ لیکن وہ اسے پرتشویش نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ آج یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار وہ تجربہ گاہ کے برقی نظام کی دیکھ بھال کر چکا تھا۔ پھر بھی اس کی چھٹی حس اس وقت کہہ رہی تھی کہ تجربہ گاہ میں قدم رکھنا کسی نہ کسی حادثے ہی کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے۔ پھر اسے کیا کرنا چاہیئے۔ وہ سوچتا رہا لیکن کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ یہاں تو کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی جہاں چھپ کر ہی کچھ دن نکال دیئے جاتے۔

لیزا گوردوسمیت اس عمارت میں تیس افراد مقیم تھے۔ لیزا انچارج تھی اور ہیڈ کوارٹر سے ملنے والی ہدایت کے مطابق یہاں کے کام چلاتی تھی۔ اب نکولس کو اپنی جذباتیت پر غصہ آنے لگا تھا۔ آخر بکواس کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کے احتجاج کا نتیجہ بھی کیا نکلتا۔ ان حرکات کے ذمہ دار اس کی رائے کے محتاج تو نہیں ہوسکتے۔ اور پھر وہ خود کیا تھا؟ کوئی اچھا آدمی ہوتا تو ان کے ہتھے ہی کیوں چڑھتا۔ شراب کے نشے میں ایک بڑے جرم کا مرتکب ہو کر اپنے شہر سے بھاگ نکلا تھا۔ پھر ان لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی اور انہوں نے اسے ملازمت دے کر ملک

سے باہر ہی نکال دیا تھا۔۔۔ لیکن اسے کام کی نوعیت نہیں معلوم تھی۔ بہر حال اس وقت تو اس نے اطمینان ہی کی سانس لی تھی۔ سزا سے بچ گیا تھا۔ تو اب شاید اسی جرم کے سلسلے میں آسمانی عدالت سے کوئی فیصلہ صادر ہوگیا ہے۔ اس نے سوچا، بچاو کو کوئی صورت نہیں۔ لہذا حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیئے۔

وہ کمرے سے نکلا اور تجربہ گاہ کی طرف چل پڑا۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اس کے اندیشے محض واہمہ بھی ہوسکتے ہیں۔ تجربہ گاہ میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سرینہ پر پڑی۔ بیس بائیس سال عمر رہی ہوگی۔ دلکش لڑکی تھی۔ اور لیبارٹری اسسٹنٹ کی حیثیت سے وہاں کام کرتی تھی۔ نکولس سے کسی حد تک بے تکلف بھی تھی وہ اسے دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھی۔

کیا تم سے خود ہی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ وہ آہستہ سے بولی۔

کیسی حماقت؟۔ وہ چونک پڑا۔

کسی تجربے کے لیے خود کو پیش کرنے کی۔

نہیں۔ مجھے اس لیے طلب کیا گیا ہے کہ کسی مشین کا برقی نظام خراب ہوگیا ہے۔ میں اسے درست کردوں۔

سرینا نے چاروں طرف دیکھا تھا۔ آس پاس کوئی تیسرا موجود نہیں تھا۔

بھاگو۔

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بھاگ کر کہاں جاوں گا۔

جلدی کرو۔ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ فی الحال جنریٹر والے تہہ خانے میں چلے جاو۔ لفٹ جیسے ہی پانچویں پوائنٹ پر پہنچے اسے روک دینا۔ دروازہ سرنگ میں کھلے گا۔ سرنگ میں اتر جانا۔ اور لفٹ کو پھر اوپر بھیج دینا۔

درمیان میں کہیں نہیں رکنا۔

میں جانتی ہوں۔ پوائنٹ نمبر پانچ پر سرنگ کا دہانہ ہے جو استعمال میں نہیں رہتی۔ تم جلدی کرو۔ تھوڑی دیر بعد میں بھی وہاں پہنچ جاوں گی۔

وہ تیزی سے مڑ گیا۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہاں کوئی سرنگ بھی ہے اور پانچویں پوائنٹ کا مطلب یہ تھا کہ وہ جنریٹر والے تہہ خانے کے اوپر واقع ہوگی۔ تہہ خانہ گیارہویں اور آخری پوائنٹ پر تھا۔ لفٹ میں پہنچ کر اس نے پانچویں پوائنٹ کا بٹن دبایا۔ اور لفٹ سے باہر آگیا۔ یہاں گہری تاریکی تھی۔ اس نے سگریٹ لائٹر کی روشنی میں سوئچ بورڈ تلاش کر کے پہلے پوائنٹ کا بٹن دبایا اور لفٹ اوپر کی طرف سرکتی گئی۔

اس کی سانس تیزی سے چل رہی تھی اور دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ سگریٹ لائٹر بجھا کر وہ اسی جگہ ٹھٹھک گیا۔ وہاں تاریکی ضرور تھی لیکن دل بدستور اسی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ آخر بھاگ کر کہاں جائے گا۔ یہ کتیا لیزا۔۔۔ اس کا بس چلتا تو اسے ٹھکانے ہی لگا دیتا۔ اس نے اسے ہیڈ کوارٹر کے اصل جواب سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس طرح کے کام کرنے والے مخالفت کرنے والوں کو چپ چاپ ٹھکانے لگا دینے ہی میں بہتری سمجھتے ہیں۔

اس نے دوبارہ سگریٹ لائٹر روشن کیا اور آس پاس نظر دوڑانے لگا۔ یہ سرنگ تین فٹ چوڑی اور چھ فٹ اونچی تھی۔ اس نے سگریٹ لائٹر بجھا دیا۔ اگر ساری گیس ختم ہوگئی تو اس سے بھی جائے گا۔ اس نے سوچا۔ ریڈیم ڈائیل والی گھڑی میں سیکنڈ کی سوئی پر نظر جمائے کھڑا رہا۔ فی الحال اس کے ذہن میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ سرینا وہاں پہنچ کر اسے بچاو کی کونسی راہ دکھاتی ہے۔

پھر آدھا گھنٹہ بھی گزر گیا۔ لیکن سرینا نہ آئی۔ مزید دس منٹ گزار کر وہ دیوار سے لگا ہوا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ذرا ہی دور چلا ہوگا کہ بایاں ہاتھ سطح دیوار سے کسی خلا میں جا پڑا۔ وہ رک گیا۔ اور سگریٹ لائٹر روشن کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا بایاں ہاتھ دیوار میں تراشے ہوئے ایک طاقچے میں جا پڑا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کی باچھیں کھل گئیں۔ طاقچے میں ایک بڑی سی ٹارچ رکھی نظر آئی تھی۔ اس نے اسے ٹسٹ کیا۔ ٹارچ کے اندر بیٹری موجود تھی۔

سرنگ کی تاریکی نے ذہن پر جو دباو ڈال رکھا تھا اس سے نجات مل جانے پر وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھتا رہا۔ اب اسے اس کی پرواہ نہیں تھی کہ سرینا وہاں پہنچتی ہے یا نہیں پہنچتی۔

کچھ دور اور چلا ہوگا کہ عقب سے اس پر ٹارچ کی روشنی پڑی اور وہ اچھل کر بائیں جانب والی دیوار سے جا لگا۔

ٹھہرو، نکلس۔۔۔۔۔ میں ہوں۔ سرینا کی آواز آئی تھی۔

وہ رک گیا سرینا قریب پہنچ کر بولی۔ تم کہاں چلے جا رہے تھے۔ کیا تمہیں اس جگہ کا علم تھا۔

نہیں۔۔۔۔ لیکن میں دیکھنا چاہتا تھا۔

مجھے کسی قدر دیر ہوگئی۔

ادھر کیا ہے؟۔

میں نہیں جانتی۔ زیادہ دور تک نہیں گئی۔

یہاں مجھے ٹارچ بھی ملی ہے۔ اس کا یہی مطلب ہوا کہ ان میں سے کوئی ادھر بھی آتا رہتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ تم وہ ٹارچ وہیں رکھ دو، جہاں سے اٹھائی ہے۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ اسے وہاں نہ پا کر۔ ختم کرو۔ وہ بیزاری سے بولا۔ ہم یہی نہیں جانتے کہ یہ سرنگ کہاں لے جائے گی۔ اس لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن تم میرے ساتھ کہاں جاوگی ہوسکتا ہے کہ لیبارٹری میں تمہاری عدم موجودگی سے وہ ہوشیار ہوجائیں۔

اس وقت میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔

تمہیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ مجھ پر کوئی تجربہ کیا جانے والا ہے۔

میں نے گوردو کو کسی سے باتیں کرتے سنا تھا۔

یہ سب کچھ اچانک ہی ہوا ہے۔

کیا بات تھی؟۔

وہ اسے گوردو سے اپنی جھڑپ کے بارے میں بتانے لگا۔

میں کہتی ہوں ان بیچارے غیر مہذب اور لاعلم آدمیوں کا بھی کیا قصور ہے۔ سرینا کپکپاتی ہوئی

آواز میں بولی۔

میرے احتجاج پر اس نے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا اور میری معطّلی کا حکم جاری کرا دیا۔

ابھی تک تو یہاں سے کوئی واپس نہیں بلوایا گیا۔ سرینا نے کہا۔

گورڈو جھوٹی ہے۔ مجھے دھوکے میں رکھ کر کام کرنا چاہتی ہے اور وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ میں بھی بڑے بالوں والے ایک جانور میں تبدیل ہو جاوں۔

کاش یہ سرنگ ہمیں کھلے آسمان کے نیچے پہنچا سکے۔ سرینا بولی۔

تو کیا تم بھی فرار ہونا چاہتی ہو۔

عرصے سے خواہش ہے۔ لیکن تنہا تو میرے بس کی بات نہیں تھی۔

اوہو۔۔۔ تو تم کسی ساتھی کی منتظر تھیں؟۔

یقیناً۔۔۔

تب تو بڑی اچھی بات ہے۔

آخر ان حرکتوں کا مقصد کیا ہے؟۔ سرینا نے پوچھا۔

یہی سوال میں نے بھی کیا تھا۔ لیکن اب سوچ رہا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ یہ بری بات ہے کہ تم ایک دلیرانہ فیصلہ کرنے کے بعد پچھتا رہے ہو۔

پچھتا نہیں رہا۔ بلکہ اپنی نادانی کا اعتراف کر رہا ہوں۔ یہ سوال اٹھانے سے پہلے مجھے بچاو کی صورت پیدا کرنی چاہیئے تھی۔

ہاں۔۔۔۔۔ یہ بات تو ہے۔

اب تک یہاں کے تیرہ آدمیوں کو جانور بنایا جا چکا ہے۔ اگر یہ قصہ محض تجربے کی حد تک تھا تو دو چار سے بھی کام چل سکتا تھا۔ نکولس بولا۔

لیکن میرے لیے یہ بالکل نئی اطلاع ہے کہ جنگل میں دو عدد سفید فام عورتیں بھی جانور بنا کر چھوڑ دی گئی ہیں۔ ویسے یہاں جتنی لڑکیاں تھیں بدستور موجود ہیں۔

شاید وہ اور کہیں سے لائی گئی ہیں۔ شکرالی عورتوں کا حصول ناممکن تھا اس لیے ان درندوں نے اپنوں ہی پر ہاتھ صاف کر دیا۔

سرینا کچھ نہ بولی۔ پھر وہ خاموشی سے چلتے رہے تھے۔ نکولس آگے تھا۔ اور سرینا پیچھے۔ نکولس ہی نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی۔ اچانک وہ رک گیا آگے راستہ نہیں تھا۔ سرنگ کے اختتام پر ٹارچ کی روشنی کا دائرہ جم گیا۔

کیا فائدہ اس سرنگ سے؟۔ وہ جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

سرنگ ختم نہیں ہوئی۔ سرینا بولی۔ لیکن اس سے آگے جانے کی میری ہمت کبھی نہیں پڑی۔ تین بار میں یہیں سے واپس ہو گئی ہوں۔

مگر آگے راستہ کہاں ہے؟۔

بالکل سرے پر پہنچ کر بائیں جانب۔ سرینا نے کہا۔

نکولس آگے بڑھا اور پھر بائیں جانب مڑ گیا۔ سرینا جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

اوہو۔۔۔۔ یہ ادھر تو ایک بڑا کمرہ سا نظر آ رہا ہے۔ نکولس بولا۔

دروازہ سرنگ کی دیوار ہی میں اس طرح تراشا گیا تھا کہ تھوڑے فاصلے سے بھی نظر نہیں آتا تھا۔

نکولس دروازے ہی کے قریب کھڑا تھا۔ سرینا بھی قریب جا پہنچی۔ تم پہلے کچھ دور جا کر دیکھ لو۔ پھر میں آؤں گی۔ پتہ نہیں کیوں اس جگہ پہنچ کر میرے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سرینا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

اچھی بات ہے۔ میں دیکھے لیتا ہوں۔

نکولس دروازے سے گزر گیا۔ اس نے چاروں طرف ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی اور پھر سرینا کی طرف مڑنے ہی والا تھا کہ پشت پر تیز قسم کی سرسراہٹ سنی۔ بالکل ایسے ہی معلوم ہوا تھا جیسے کوئی بڑی چیز اپنی جگہ سے سرک گئی ہو۔

سرینا۔۔۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

داخلے کا دروازہ دیوار بن چکا تھا۔ چاروں طرف پتھریلی دیواریں تھیں۔

سرینا۔۔۔ وہ پھر چیخا۔ اور جھپٹ کر اس جگہ پہنچا جہاں دروازہ تھا لیکن شاید اب اس کی آواز سرینا تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ ٹارچ کو فرش پر پھینک کر وہ دونوں ہاتھوں سے اس طرح دیوار پیٹنے لگا جیسے اس کا یہ فعل وہاں پھر خلا پیدا کر دے گا۔

ٹھیک اسی وقت لیزا گوردو کا قہقہہ کمرے کی محدود فضا میں گونجا تھا۔

احمق آدمی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ بھلا وہ انچارج ہی کیا جو ماتحتوں کے دلوں کا حال ان کی آنکھوں میں نہ پڑھ سکے۔ تمہیں بھی جانور بننا ہے۔ بن کر رہو گے اور پھر سرینا کے علاوہ کسی اور کو یہ معلوم نہ ہونے دیا جائے گا کہ تم جانور بنا دیئے گئے ہو۔

کتیا۔۔۔ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ ہمت ہے تو سامنے آ۔ نکولس دہاڑا۔

میں مرد نہیں ہوں کہ مردانگی دکھاؤں گی۔ لیزا کی آواز آئی۔ ساتھ ہی وہ ہنسی بھی تھی۔

نکولس کا دم گھٹ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کیسے کچھ دیر بعد دل کی دھڑکن ہی بند ہو جائے گی۔

سرینا۔ وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں چیخا۔

مجھے پکارو۔ لیزا کی آواز آئی۔ سرینا کا کام یہیں تک تھا۔

میں واپس جاؤں گا۔

شکر کرو کہ جانور بن کر ہی سہی۔۔۔ زندہ تو رہو گے۔ ورنہ پالیسیوں کی مخالفت کرنے کی سزا موت ہے۔

نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔ وہ دیوانہ وار چیخا۔ چیختا رہا۔ چیختا رہا۔ پھر بے سدھ ہو کر فرش پر گر گیا۔

☆

عمران اب کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ جہاں تک اسے علم تھا شکرال کے تیرہ باشندے جانوروں میں تبدیل ہو چکے تھے ہو سکتا ہے اس حرکت کے مرتکب لوگوں نے ان کا حساب بھی رکھا ہو۔

لہذا یہ کسی طرح مناسب نہ ہوگا کہ ان سبھوں کو وادی زلمیر میں پہنچا دیا جائے۔ اس طرح خود اس کے لیے دشواریاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ اسے بہر حال انہی کے ساتھ رہنا تھا لیکن کسی چودھویں جانور کی موجودگی انہیں ہوشیار کر سکتی تھی۔

بہر حال اس نے یہی مناسب سمجھ کہ ابھی ان گیارہ رحبانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تیرہ سے کم جانوروں کی موجودگی ان لوگوں کے لیے خطرے کا سگنل نہ بن سکے گی۔ وہ یہی سوچیں گے کہ دو ایک ہی اپنے حجروں سے نکل بھاگے ہوں گے۔

عمران اپنی کھال کے ساتھ ہی وہ کھال بھی لیتا آیا تھا جسے شہباز جانور بننے سے قبل استعمال کرتا تھا۔ اس نے سوچا کیوں نہ صرف شارق ہی کو رہ نمائی کے لیے ساتھ لے کر نکل کھڑا ہو۔ یوں بھی اسے چشمہ گوگرد تک لے جانا ہی تھا۔ لیکن اب دشواری یہ آ پڑی تھی کہ اچانک شارق نے پھر ٹیڑھا پن اختیار کر لیا تھا مسلسل کہے جا رہا تھا کہ جب تک وہ اپنے باپ کے راز سے آگاہ نہ ہو جائے گا اسے چشمہ گوگرد تک ہرگز نہ لے جائے گا۔

میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ عمران نے کہا۔ لیکن راز داری شرط ہوگی۔ تم کسی سے اس کا ذکر نہیں کرو گے۔

میں تم سے بدعہدی نہیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ۔

سردار شہداد۔ اور اس کے دس لڑکے بظاہر آدمی نہیں رہے۔

میں نہیں سمجھا؟۔

ان کے جسموں پر ایک ایک بالشت لمبے بال اگ آئے ہیں اور وہ بن مانس معلوم ہونے لگے ہیں۔

شارق بے اعتباری سے ہنسا تھا۔

کیا تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو؟۔

میں آنکھوں سے دیکھے بغیر یقین نہیں کر سکتا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر کسی نے بھی انہیں دیکھنے کی کوشش کی تو وہ فائرنگ شروع کر دیں گے۔

پھر بھی ہمیں کوشش تو کرنی ہی چاہئے۔

جاو۔۔۔۔ اپنے گھر ہی میں کوشش کر کے دیکھ لو۔

میں دروازہ توڑ دوں گا۔۔۔۔ بہن کی بھی پرواہ نہ کروں گا۔

اور نہ شہداد کی رائفل کی گولی کی پرواہ کرو گے۔

شکرال کے نہ جانے کتنے خیرہ سر اپنے سینے چھلنی کرا چکے ہیں یا کچھ کر گزرتے ہیں یا دنیا ہی سے گزر جاتے ہیں۔

لیکن تمہاری اس حرکت سے کھیل بگڑ جائے گا۔ لوگ واقف ہو جائیں گے اور ان میں ہراس پھیلے گا۔

پھر میں کیا کروں؟۔

رات ہونے دو۔ کوئی تدبیر کی جائے گی۔ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ وہ اس قصے کو بڑھانا

نہیں چاہتا تھا۔

اچھی بات ہے، اب اس کھلونے کے بارے میں بتاؤ۔ اسے کیوں اتنی اہمیت دے رہے ہو؟۔

وہ خصوصیت سے تمہارے ہی لیے وہاں ڈالا گیا ہوگا۔ جہاں تمہیں پڑا ملا تھا۔

آخر کیوں؟۔

تاکہ تمہاری آواز ان لوگوں تک پہنچتی رہے جنہوں نے اسے وہاں ڈالا تھا۔

تمہاری باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں صف شکن۔

یہ فرنگیوں کا آلہ پیغام رسانی ہے۔ اسے اپنے پاس رکھ کر تم جس طرح کی بھی گفتگو کرتے ہو۔ وہ اس کے اصل مالک تک پہنچتی رہتی ہے۔

یقین نہیں آتا۔

اس کے باوجود بھی تم اس کے توسط سے کسی گھوڑے کی ہنہناہٹ سنتے رہے ہو۔

شارق خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا۔ لیکن آخر کوئی میری گفتگو کیوں سننا چاہتا ہے؟۔

کیونکہ تمہارے گھر میں بھی ایک حجرہ نشین موجود ہے۔

صاف صاف باتیں کرو۔ شارق جھنجھلا کر بولا۔

جن لوگوں نے ان گیارہ رحبانیوں کو اس حال تک پہنچایا ہے وہ ان کے بارے میں باخبر رہنا چاہتے ہیں۔ تمہاری بستی میں قدم رکھے بغیر وہ اسی آلے کی مدد سے اپنا یہ کام نکالنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ زیارت گاہ میں شہداد کی نمائندگی کرنے والی عورت انہیں لوگوں میں سے

تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ ان میں سے صرف وہی شکرالی بول اور سمجھ سکتی ہے۔ لہجوں پر بھی قادر ہے۔ ورنہ گلترنگ ہی میں پکڑ لی جاتی۔ صرف سردار شہباز کو اس پر شبہ ہوا تھا۔ بڑے عابد تو آ گئے تھے اس کے چکر میں۔

اب تمہاری بات سمجھ میں آ رہی ہے۔ بیشک وہ ہماری بستی میں دوبارہ قدم رکھنے کی جرات نہیں کر سکے گی۔

لیکن وہ حجرہ نشینوں کو باہر نکالنا چاہتی ہے۔

ٹھیک ہے۔ ورنہ گلترنگ جا کر بڑے عابد کو ان کے احوال سے کیوں واقف کرتی۔ شارق سر ہلا کر بولا۔

لہذا مجھ پر اعتماد کرو۔ اور حجرہ نشینوں کو چھیڑنے کی کوشش نہ کرو۔

تم کہتے ہو تو مانے لیتا ہوں۔

بس تو اب ہمیں چشمہ گوگرد کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔ عمران نے کہا۔

اور اس طرح رحبان سے ان کی روانگی ہو سکی تھی۔ لیکن چشمہ گوگرد تک پہنچنے سے قبل تیز ہواؤں اور بارش نے انہیں آ لیا۔ اور انہیں ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔

چشمہ گوگرد وادی زلمیر میں تو نہیں ہے؟۔ عمران نے شارق سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔ ایک چٹانی سلسلہ دونوں کے درمیان حائل ہے۔

اب دیکھو، یہ بارش کب تھمتی ہے۔

سفید بادلوں والی بارش کا کچھ ٹھیک پتہ نہیں ہوتا۔

وضاحت کرو؟۔

پل بھر میں بھی نکل جاتی ہے اور کئی گھنٹوں تک بھی جاری رہ سکتی ہے۔

لیکن یہ تو طوفان معلوم ہوتا ہے۔

شارق کچھ نہ بولا۔

میرا خیال ہے کہ سردی بھی بڑھ گئی ہے۔ عمران نے کہا۔

ایسی بارشوں کے بعد ٹھنڈک میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ شائد ہمیں رات اسی غار میں گزارنی پڑے۔ بارش جلد تھمتی نظر نہیں آتی۔

پھر بڑی دیر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دونوں کے پاس گفتگو کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہا ہو۔ بارش بدستور جاری تھی۔

اپنا کوئی کارنامہ سناو وصف شکن؟۔ دفعتا شارق بولا۔

کارنامہ، میں معمولی افعال اور کارنامے میں فرق نہیں کر سکتا۔ عمران نے کہا۔ یا پھر ابھی تک کوئی کورنامہ انجام ہی نہ دے سکا ہوں گا۔

تمہارا سب سے بڑا بچہ کس عمر کا ہے؟۔

بس میری ہی عمر کا سمجھ لو۔

کیا مقلاقی اپنے بچوں کی عمریں نہیں بتاتے؟۔

اے میرے دوست کے بچے، ابھی میرا باپ خود مجھے ہی بچہ سمجھتا ہے۔ اس لیے شادی ہی نہیں ہوئی ابھی تک۔

میں سمجھ گیا۔

کیا سمجھ گئے؟۔

بے شمار عورتیں مرتی ہوں گی تم پر۔ اس لیے کسی ایک کے پابند نہیں ہونا چاہتے؟۔

عورتوں کی باتیں نہ کرو۔ مجھے غصہ آنے لگتا ہے۔

کیوں۔۔۔۔ کیوں؟۔

پتہ نہیں کیوں؟۔ کسی عورت نے دھوکہ دیا ہوگا؟۔

او شارق اب ختم کرو یہ بات۔

پھر وقت کیسے گزرے گا؟۔

عورت کے بغیر نہیں گزر سکتا کیا؟۔

گزرتا تو ہے۔ لیکن اچھا نہیں۔ میں تو ہر وقت انہی کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔

خود بھی عورت ہی ہو جاوگے کسی دن۔

ایسی بددعا نہ دو۔

کیوں۔ جب تم عورت ہی کے خیال میں ڈوبے رہتے ہو تو عورت ہی ہو جانے میں کیا مضائقہ ہے؟۔

تب پھر مجھے کسی مرد سے شادی کرنی پڑے گی۔ اور وہ مرد صف شکن کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا۔

مار کھائے گا کیا شارق کے بچے۔ عمران مکا تان کر بولا۔

یقین کرو۔ اگر میں عورت ہوتا تو سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی۔

میرا خیال ہے بارش کا زور ٹوٹ رہا ہے۔

اب سفر جاری رکھنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ کئی نالوں میں پانی کا بہاوا اتنا تیز ہوگا کہ گھوڑے قدم نہ جما سکیں گے۔ رات یہیں گزارو تو بہتر ہوگا۔

وہ رات انہیں غار ہی میں بسر کرنی پڑی۔ دوسری صبح مطلع صاف تھا۔ اور فضا نکھر گئی تھی۔ لیکن سردی میں اضافہ ہوگیا تھا۔

سفر پھر شروع ہوگیا۔ چشمہ گوگرد ابھی دور تھا۔

چشمہ گوگرد کے قریب سے کوئی راستہ وادی زلمیر کی طرف بھی گیا ہے؟ عمران نے شارق سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔ دونوں کے درمیان جو چٹانی سلسلہ ہے اسے ابھی تک کسی نے بھی پار نہیں کیا۔

گھوڑے تیزی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ ان اطراف میں زیادہ تر خشک پہاڑ تھے، جن کی چوٹیوں پر کہیں کہیں برف بھی دکھائی دیتی تھی۔ پچھلے دن کی بارش کا پانی ابھی تک نالوں میں بہہ رہا تھا لیکن اس کی تیز روی باقی نہیں رہی تھی۔ وہ ایسے ہی کئی نالے بہ آسانی پار کر گئے تھے۔

دوپہر ہوتے ہوتے وہ چشمہ گوگرد جا پہنچے۔ فضا گندھک کی بو سے رچی بسی ہوئی تھی۔

کیوں نہ ہم غسل کر لیں۔ شارق بولا۔

اتنی ٹھنڈک میں؟ عمران نے جھرجھری لے کر کہا۔

پانی گرم ہوتا ہے۔ ساری تھکن دور ہوجائے گی۔ پھر میں تمہیں اس جگہ لے چلوں گا جہاں میں نے وہ آلہ پڑا پایا تھا۔

اچھی بات ہے۔ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ مجھے کوئی ایسا راستہ بھی تو تلاش کرنا ہے۔ جس سے وادی زلمیر میں داخلہ ممکن ہو۔

سب کچھ بعد میں دیکھیں گے۔

پانی گرم تھا۔ سچ مچ نہا لینے کے بعد عمران کو یہی محسوس ہوا تھا جیسے فوری طور پر ساری تھکن دور ہوگئی ہو۔

لیکن یہ گندھک کی بو؟ وہ ناک سکوڑ کر بولا۔

عرصے تک بیماریوں سے محفوظ رکھے گی۔ شارق نے کہا۔

پھر وہ اسے ادھر لے چلا تھا جہاں ٹرانسمیٹر پڑا ملا تھا۔ یہاں ایک گھنا اور تناور درخت دکھائی دیا۔

ان اطراف میں عمران نے ایسا کوئی دوسرا درخت نہیں دیکھا تھا۔

یہاں۔۔۔ ٹھیک اس جگہ۔ اس نے درخت کی ایک دوشاخی جڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو زمین کی سطح سے ابھر آئی تھی۔

میرا خیال ہے کہ ادھر سے گزرنے والے یہاں ضرور ٹھہرتے ہوں گے۔ عمران کچھ سوچتا ہوا

بولا۔

تمہارا خیال درست ہے۔ وسطی شکرال سے رحبان کی جانب آنے والے گلترنگ سے گزر کر یہیں قیام کرتے ہیں۔

یہ چیز میرے خیال کو تقویت پہنچاتی ہے۔

کس خیال کو؟۔

یہی کہ وہ صرف تمہارے ہی لیے یہاں رکھا گیا تھا۔

شارق کچھ نہ بولا۔

عمران پھر اس چٹانی سلسلے کی طرف متوجہ ہو گیا جو ان کے وادی زلمیر کے درمیان حائل تھا۔

واقعی۔۔۔ یہ چٹانیں بالکل سیدھی کھڑی ہیں۔ وہ کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔

نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟۔ شارق نے پوچھا۔

ہم ادھر سے وادی زلمیر میں داخل ہو جاتے۔

وہاں کیا ہے؟۔

جو کچھ بھی ہے وہیں ہے۔ وہیں آدمی جانور بنا دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت بھی وادی میں چار ایسے جانور موجود ہیں۔

آہا۔۔۔ تب تو میں ضرور چلوں گا۔ انہیں دیکھوں تو۔

اور اگر ہم بھی بنا دیئے گئے تو؟۔ عمران بولا۔

تب تو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ آخر بنائے کس طرح جاتے ہیں؟۔

تم یہ خطرہ مول لے سکو گے؟۔

کیوں نہیں۔

میں نے اس کی بھی تدبیر کر رکھی ہے کہ وہ ہمیں جانور نہ بنا سکیں۔

تب تو پھر مجھ وہاں ضرور لے چلو صف شکن۔

اچھا تو پھر ہم وہ راستہ تلاش کریں جس سے گزر کر وہ وادی زلمیر سے ادھر آ جاتے ہیں۔

تمہارا مطلب ہے کہ ان چٹانوں میں کہیں نہ کہیں کوئی ایسی دراڑ موجود ہے جس سے گزر کر وہ ادھر آ جاتے ہیں۔

میرا یہی خیال ہے۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

اچھا پھر تلاش شروع کر دیں۔ شارق نے کہا۔ تم مغرب کی طرف جاو، میں مشرق کی طرف جاتا ہوں۔ میں تم سے متفق نہیں ہوں۔

کیوں؟۔

بس یونہی۔۔۔ ہم دونوں ساتھ ہی رہ کر یہ کام کریں گے خواہ کتنا ہی وقت کیوں نہ صرف ہو۔

جیسا تم کہو۔

لیکن کام شروع کرنے سے پہلے میں ان لوگوں کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ رحبانی حجرہ نشینوں میں سے دو آدمی غائب ہو گئے ہیں۔

کوئی بھی غائب نہیں ہوا۔ وہ سب موجود ہیں۔ شارق جلدی سے بولا لیکن اطلاع کیسے پہنچاو گے؟۔

اسی آلے کے ذریعے۔

وہ سب کچھ سن رہے ہوں گے جیسا کہ تم نے کہا تھا۔

نہیں۔۔۔ میں نے فی الحال اسے بیکار کر دیا ہے۔ ایک پرزہ نکال کر جیسے ہی وہ پرزہ اس میں فٹ کروں گا وہ دوبارہ کام کرنے لگے گا۔

لیکن تم یہ اطلاع کیوں دینا چاہتے ہو؟۔

اس لیے کہ انہوں نے ابھی تک شکرال کے تیرہ آدمیوں کو جانور بنایا ہے۔

دو کون ہیں؟۔ شارق چونک کر بولا۔

وسطی شکرال کے دو افراد۔ جنہیں میں نے ان کے حجروں سے نکال کر وادی زلمیر پہنچا دیا ہے اور اب ہم دونوں اپنے طور پر جانور بن کر وادی زلمیر میں داخل ہوں گے۔ لہذا انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دو رحبانی بھی وادی زلمیر میں آ گئے ہیں۔

آخر اس سے کیا فائدہ؟۔

اس طرح وہ شبہے میں مبتلا ہو کر ہوشیار نہ ہوسکیں گے اور ہم ان پر قابو پانے کی کوشش کریں گے۔

تو کیا تم لوگ ان کے ٹھکانے سے واقف ہو؟۔

بہت جلد واقف ہو جاوں گا۔ اچھا تو پھر انہیں اطلاع پہنچاو۔

ابھی نہیں پہلے راستہ تلاش کریں گے۔ ہوسکتا ہے وہی راستہ مجھے ان لوگوں تک بھی پہنچا دے۔

شارق خاموش ہو گیا۔ ان کا رخ مشرق کی جانب تھا اور وہ ادھر ہی چل پڑے۔ پھر عمران رک کر بولا۔ ٹھہرو۔ پہلے میں اس درخت پر چڑھ کر آس پاس نظر دوڑا لوں۔

اچھی بات ہے۔ شارق نے کہا۔

عمران درخت پر چڑھا تھا۔ اور کاندھے سے لٹکے ہوئے تھیلے سے دوربین نکالی تھی۔

قریبا چار منٹ تک گرد و پیش کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ لیکن دور دور تک کوئی نہ دکھائی دیا۔

نیچے اتر کر اس نے شارق سے کہا تھا۔ چلو۔

کیا دیکھا؟۔

کچھ بھی نہیں۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آس پاس کوئی اور بھی موجود ہے یا نہیں ہے۔

آخر یہ کیسی تباہی ہم پر نازل ہوئی ہے۔

جب تک بقیہ دنیا کے ساتھ چلنا نہ سیکھو گے یہی کچھ ہوتا رہے گا۔

کیسے چلیں گے بقیہ دنیا کے ساتھ؟۔

تنگ نظری، توہم پرستی اور قدامت پسندی سے پیچھا چھڑائے غیر بقیہ دنیا کے ساتھ نہیں چل سکو گے۔ انہوں نے اس کام کے لیے شکرال کو غالبا اسی لیے منتخب کیا ہے کہ تم اسے آسمانی بلا سمجھ کر اس کے خلاف جدوجہد نہ کر سکو گے۔

بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔

لیکن تمہارے باپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔

تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟۔

سمجھ میں آ سکتی ہوتی تو حجرہ نشین ہو جانے کے لیے رحبان کا رخ نہ کرتا بلکہ وادی زلمیر ہی میں ڈٹا رہتا یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟۔

یہ بات بھی سمجھ میں آ رہی ہے۔ آ رہی ہے نا۔۔۔۔ تم بہت سمجھدار ہو۔۔۔ اس لیے سردار شہباز کے بعد تمہیں ہی پورے شکرال کا سردار ہونا چاہیئے۔

شارق ہنس پڑا اور بولا۔ کیوں میرا مضحکہ اڑا رہے ہو۔ میرا باپ تو مجھ صرف رحبان ہی کی سرداری کے قابل نہیں سمجھتا۔

اس کی بھول ہے۔

شارق کچھ نہ بولا۔ ان کے گھوڑے معمولی رفتار سے مشرق کی طرف بڑھتے رہے۔ عمران تیز نظروں سے چٹانی سلسلے کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ لیکن ابھی تک ایسی کوئی دراڑ نہیں دکھائی دی تھی جو اس کے نظریئے کی تائید کرتی ویسے نہ جانے کیوں اسے یقین تھا کہ ان چٹانوں میں کوئی ایسی دراڑ ضرور موجود ہو گی جو انہیں وادی زلمیر تک لے جا سکے۔

بہر حال جہاں وہ چٹانیں بہت اونچے پہاڑوں سے جا ملی تھیں۔ وہیں سے پھر وہ مغرب کی سمت پلٹ پڑے۔

مغرب کی سمت یہ سلسلہ کہاں تک پھیلا ہوا ہے؟۔ عمران نے پوچھا۔

پتہ نہیں۔۔۔۔ میں ادھر نہیں گیا۔

اچھی بات ہے تو پھر مغرب ہی کی طرف بڑھتے رہو۔ ادھر بھی دیکھ لیں۔ عمران نے کہا اور گھوڑے کو ایڑھ لگائی۔ خاصی تیز رفتاری سے وہ اس جگہ تک پہنچے تھے جہاں اسے مشرق کی سمت آئے تھے۔۔۔۔ اس کے بعد گھوڑوں کی رفتار کم کر دی گئی تھی۔ اور وہ پہلے ہی کی طرح چٹانوں کا جائزہ لیتے ہوئے مغرب کی سمت بڑھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد شارق نے سوال کیا۔ آخر ہم کس طرح قدامت سے پیچھا چھڑائیں؟۔ بڑے عابد کو یہ بات پسند نہ آئے گی

اچھا تو بڑے عابد ہی سے کہو کہ تمہارے باپ کو دوبارہ آدمی بنا دے۔

بڑے عابد کو علم ہی نہیں کہ ان پر کیا گزری ہے۔

لیکن وسطی شکرال کے دو باشندوں پر جو کچھ گزری ہے اس سے تو وہ بخوبی واقف ہیں۔ عمران بولا۔ لیکن ان کی دعائیں ان دونوں کو دوبارہ آدمی نہیں بنا سکتیں۔

اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ شارق مردہ سی آواز میں بولا۔ آخر کیوں؟۔

کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بڑے عابد کا رتبہ سب سے بلند ہے۔

اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ بڑے عابد نے تمہیں رائفلوں اور پستولوں کے استعمال سے کیوں نہیں روکا جبکہ تمہارے بزرگ تیر کمان اور تلوار استعمال کرتے آئے تھے۔

یہ بات بھی سوچنے کی ہے۔ لیکن کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

احمقانہ بات ہے۔ جب تک شکرالی ترقی یافتہ دنیا کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں پیدا کرے گا اسی طرح مشکلات میں پڑتا رہے گا۔ حد ہو گئی کہ زرد ریگستان پار کر کے جن لوگوں سے جدید اسلحہ خرید لاتے ہو ان کی زبان نہیں سیکھ سکتے۔ آخر کیوں؟۔

واقعی یہ بات سوچنے کی ہے۔

اگر تم سرداروں کے سردار ہو گئے تو کیا کرو گے؟۔

وہی کروں گا جو بڑے عابد کہیں گے۔

بس تو پھر تمہارا دور بھی حماقت ہی کا دور ہو گا۔

تم سمجھتے کیوں نہیں۔۔۔۔۔ بڑے عابد۔۔۔

میں بھی ان کی عزت کرتا ہوں۔ عمران نے کہا۔ لیکن قدامت کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں ان کی ہمنوائی نہیں کر سکتا۔

بس اب اس قصے کو ختم بھی کرو۔ میں جہنم کا ایندھن نہیں بننا چاہتا۔

خیر فی الحال ختم کرتا ہوں۔

مقلاتی لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں؟۔ شارق نے مسکرا کر پوچھا۔

پہلے بڑے عابد سے اجازت لے آؤ پھر مقلاتی لڑکیوں کی بات کرنا کیونکہ وہ آہستہ آہستہ ترقی پسند ہوتی جا رہی ہیں۔

مت کرو بڑے عابد کی بات۔ شارق گھگھیایا۔

تم بھی مت کرو مقلاتی لڑکیوں کی بات ورنہ مقلات کا بڑا عابد مجھے کاٹ کھائے گا۔

تم اپنے بڑے عابد کی عزت نہیں کرتے۔

عزت میں سب کی کرتا ہوں لیکن ہر ایک سے متفق نہیں ہو جاتا۔

بہت مزے میں ہو تم۔

تم بھی مزے میں ہو سکتے ہو۔۔۔۔ کوشش کرو۔

اچھا یہ بتاؤ کہ میں کس قسم کی لڑکی سے شادی کروں۔

کسی ترقی پسند مقلاتی لڑکی جو تمہیں مار مار کر ترقی پسند بنا دے۔

یہ بھی ناممکن ہے، میں کسی غیر شکرالی لڑکی سے شادی نہ کر سکوں گا۔

ارے تو اسی وقت تمہیں شادی بھی کرنی ہے۔ عمران بھنا کر بولا، اور شارق ہنس کر بولا۔ میں نے تو یہ بات اس لیے چھیڑی تھی کہ بڑے عابد کا قصہ ختم ہو جائے۔

آہا۔۔۔ ٹھہرو۔۔۔ عمران نے گھوڑا روکتے ہوئے کہا۔

کیا بات ہے؟۔

لیکن عمران نے کچھ کہے بغیر تھیلے سے دوربین نکال لی اور چٹانوں میں کسی جگہ کا جائزہ لینے لگا۔

پھر تھوڑی دیر بعد آنکھوں سے دوربین ہٹاتا ہوا بولا۔

شائد میں نے وہ جگہ دیکھ لی ہے۔

اور پھر جلد ہی وہ دونوں اس چٹان کے قریب پہنچ گئے تھے۔ شارق گھوڑے سے اتر کر چٹان کا جائزہ لینے لگا۔

عمران بھی اپنے گھوڑے سے اترا۔ اور دونوں گھوڑے ایک جگہ باندھ دیے گئے اور انہوں نے اس دشوار گذار چٹان پر چڑھنا شروع کر دیا۔

خاصی جدوجہد کے بعد وہ ایسی جگہ پہنچ سکے تھے جہاں مزید آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں تھی۔

شارق نے دونوں اطراف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ کہاں لے آئے۔

کیا تمہیں وہ شگاف نہیں دکھائی دیتا۔ عمران نے کچھ اوپر ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ وہاں تک پہنچو گے کیسے؟۔

ابھی پہنچ کر دکھاتا ہوں۔

اگر تم پہنچ بھی گئے تو گھوڑے کیسے پہنچیں گے؟۔

میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وادی زلمیر تک پہنچ سکوں گا یا نہیں ضروری نہیں ہے کہ ہم اسی راستے سے وادی میں داخل ہوں۔

اچھی بات ہے۔ کوشش کرو۔

عمران اچھلا تھا اور ایک شگاف میں دونوں ہاتھ ڈال کر جھول گیا تھا۔ چھ سات فٹ کی اونچائی پر لٹکتا رہا۔

اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتے ہو۔ شارق نے حیرت سے کہا۔

عمران اوپر اٹھتا چلا گیا۔ شارق کو تو ایسا ہی لگا تھا جیسے شگاف کے اندر سے کسی نے پکڑ کر اسے اوپر گھسیٹ لیا ہو۔ اس نے اس کے پورے جسم کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا اور پھر وہ اس شگاف کے دھانے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

شارق کا منہ حیرت سے کھلا ہی رہ گیا تھا کہ عمران کو کہتے سنا کہ تم اردگرد کا دھیان رکھو میں ابھی آیا۔

وہ پھر مڑا تھا اور تھیلے سے ٹارچ نکال کر گھٹنوں کے بل آگے بڑھنے لگا تھا۔ اس سرنگ نما دراڑ میں کھڑے ہونے کی گنجائش نہیں تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھتا رہا۔ دو ڈھائی سو گز کھسکنے کے بعد اسے پھر سورج کی روشنی دکھائی دی تھی۔

اس قدرتی سرنگ کے دوسرے دہانے سے وادی زلمیر صاف نظر آ رہی تھی اور ادھر کی ڈھلان بھی دشوار گزار نہیں معلوم ہوتی تھی۔ چاہتا تو دہانے سے نکل کر نشیب میں دوڑتا چلا جاتا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

واپسی رواروی میں نہیں ہوئی تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں سرنگ کا تفصیلی جائزہ لیتا ہوا پلٹ رہا تھا۔ ایک جگہ اسے بیئر کا خالی ڈبہ پڑا ہوا ملا۔ اس نے سے اٹھا کر اس کے سوراخ سے ناک لگا دی اور اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ بہت پرانا نہیں تھا۔ ظاہری حالت بھی یہی بتاتی تھی کہ وہ بہت دنوں سے وہاں نہیں پڑا رہا ہے۔ ایک جگہ ڈبل روٹی کے خشک ٹکڑے بھی ملے۔ وہ آگے بڑھتا رہا۔ اور دوسرے سرے تک آ پہنچا۔

شارق وہیں کھڑا نظر آیا جہاں اسے چھوڑ آیا تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

کیا رہی۔۔۔؟ اس نے جھک کر پوچھا۔

راستہ ہے۔ میں دوسرے سرے تک ہو آیا ہوں۔

میں کیسے دیکھوں؟۔

کیا ضرورت ہے۔ مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا۔ کر چکا۔

تھوڑی سی جدو جہد کے بعد وہ شارق کے پاس جا پہنچا تھا۔ گھوڑوں تک پہنچنے میں خاصی دشواری پیش آئی، شارق تو کئی بار گرتے گرتے بچا تھا۔ اترنے کے لیے وہ ڈھلان خطرناک ہی تھی۔

اب کیا کرو گے۔ شارق اپنے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر ہانپتا ہوا بولا۔

بس اب تم رحبان واپس جاو۔

واہ۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ یہ نہیں ہوسکتا۔

پھر کیا کرو گے؟۔

وادی زلمیر چلیں گے؟۔

پہلے دوڑ کر بڑے عابد سے پوچھ آو۔ کیونکہ انہوں نے وادی میں داخلے پر پابندی لگا دی ہے۔

مم۔۔۔ میں نے سنا تھا۔ شارق ہکلایا۔ لیکن انہیں کیسے پتہ چلے گا۔

رب عظیم تو دیکھ رہا ہے اگر اس کے تئیں بڑے عابد کا کہنا ماننا ضروری ہے۔

تم تو بال کی کھال اتارتے ہو۔ بڑے عابد تو تیال پینے سے بھی منع کرتے ہیں۔

اور تیال پینے والوں کی سرداری بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے تحائف بھی قبول کرتے ہیں ۔۔۔۔ کیوں؟۔

میں کہتا ہوں اس قصے کو ختم کرو۔

جب تک تم بڑے عابد کی بالا دستی سے انکار نہیں کرو گے قصہ ختم نہیں ہوگا۔

اگر شکرالیوں کو معلوم ہو جائے تو تمہارا قیمہ کر کے رکھ دیں گے۔

تم بھی تو شکرالی ہو۔ نکالو اپنا تفنگچہ۔

مم۔۔۔ میں تمہیں۔۔۔ بہت پسند کرتا ہوں۔ بڑے عابد سے بھی زیادہ۔

شائد۔۔۔۔

اچھی بات ہے۔ تو میں تمہیں وادی زلمیر میں لے چلوں گا اب اس عام راستے کی طرف میری راہنمائی کرو جس سے قافلے گزرتے ہیں۔

بس مغرب ہی کی طرف چلتے رہو۔ منحوس پہاڑ کے پاس سے گزرنا ہوگا۔

منحوس پہاڑ۔ عمران نے حیرت سے دہرایا۔

ہاں اگر وہ پہاڑ حائل نہ ہوتا تو ہمیں زرد ریگستان تک پہنچنے میں زیادہ دشواری نہ ہوتی۔ اس منحوس پہاڑ کی وجہ سے ڈیڑھ سو میل کی مسافت بڑھ جاتی ہے۔ صدیوں سے یہ پہاڑ منحوس کہلاتے ہیں۔

نا قابل عبور ہیں؟۔

بالکل سیدھے کھڑے ہیں۔ یہ چٹانی سلسلہ تو ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

شام ہو چلی تھی۔ پرندوں کے شور سے فضا گونجنے لگی تھی۔ عمران نے پر تفکر لہجے میں کہا۔ کیوں نہ رات یہیں گزاری جائے۔ کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرو۔

میں جلد سے جلد ان جانوروں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

بس کل دیکھ لینا۔

یہاں انہیں کوئی غار نہ مل سکا۔ البتہ ایک ایسی چٹان دکھائی دے گئی جو سائیبان کا کام بھی دے سکتی تھی۔ اسی کے نیچے انہوں نے گھوڑوں سے زینیں اتار دیں۔ شارق آگ جلانے کے لیے خشک پودوں کے ڈنٹھل اکھاڑتا پھر رہا تھا۔ یہاں درخت نہیں تھے کہ ان سے لکڑیاں حاصل کر لی جاتیں۔

شارق عمران سے بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ اسے دیکھتا رہا پھر جیب سے ٹرانسمیٹر نکال کر اس میں بیٹری رکھی۔ اور بالکل ایسے ہی انداز میں بولنے لگا جیسے کسی سے گفتگو کر رہا ہو۔

دو حجرے خالی پڑے ہیں۔ پتہ نہیں طہماس اور قنطور کہاں غائب ہو گئے۔

پھر نسوانی آواز بنا کر بولا۔ طہماس اور قنطور۔۔۔۔

مردانہ آواز۔ ہاں۔۔۔۔ دونوں کے حجرے خالی ہیں۔ پتہ نہیں کس وقت نکل گئے۔ کوئی دیکھ نہیں سکا۔

نسوانی آواز۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔

مردانہ آواز۔ رب عظیم ہی جانے، سردار شہداد نے تو اب بولنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کیوں شارق؟۔ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟۔

تم نے ٹھیک سنا ہے۔ عمران نے شارق کی آواز کی نقل اتاری تھی اس کے بعد ٹرانسمیٹر سے بیٹری نکال کر اسے ناکارہ کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد شارق خشک ڈنٹھلوں کا گٹھرا اٹھائے واپس آ گیا۔

آج سردی مزاج پوچھ لے گی۔ عمران بولا۔

اسی لیے تو اتنی محنت کر رہا ہوں۔ شارق نے کہا۔ اور گٹھری پھینک کر پھر چلا گیا۔ عمران اسے توجہ اور دلچسپی دیکھ رہا تھا۔

اس کی دانست میں مناسب تربیت اس لڑکے کو بڑے کام کا آدمی بنا سکتی تھی۔ بڑے عابد سے متعلق اس نے اس سے جس قسم کی گفتگو کی تھی۔ وہ ٹھنڈے دل سے سنتا رہا تھا اس کی جگہ کوئی دوسرا اشکرالی ہوتا تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا ہوتا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ایک گٹھرا اٹھا لایا تھا۔

بس کرو۔ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں نے ایسی تدبیر سوچی ہے کہ سردی سے بھی محفوظ رہیں گے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ بھی باقی نہ رہے گا۔

شارق نے گٹھرا زمین پر ڈال دیا اور ایک طرف بیٹھتا ہوا بولا۔ اچھی بات ہے۔ کرو تدبیر۔

میں سوچ رہا تھا کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔ عمران نے کہا۔ آخر کس کی نقالی میں خیرہ سر بننے کی سوجھی تھی۔

وہ کھسیانی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ دراصل اپنی سوتیلی ماں کو دبائے رکھنے کے لیے میں نے خیرہ سر کا بہروپ بھرا ہے لیکن صف شکن کی آنکھوں سے تو نہیں چھپ سکتا۔

میرا خیال ہے کہ نہ صرف سوتیلی ماں بلکہ باپ بھی ڈرنے لگا ہوگا۔ شارق نے قہقہہ لگایا اور سر ہلا کر بولا۔ ان کی تو سرداری بھی میرے دم سے قائم ہے۔ ورنہ کبھی کی اسے کھو چکے ہوتے۔

تمہارے آنے سے عسکر بھی خائف ہو گیا تھا۔

سبھی ڈرتے ہیں۔ یہ دیکھو۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ اسے چھوٹی انگلی کی جڑ میں ایک ننھی سی انگلی دکھا رہا تھا۔

یہ کیا ہے؟۔

میں شنگشت بھی ہوں۔ کوئی شکرالی مرا خون بہانے کی جرات نہیں کر سکتا۔

میں نہیں سمجھا؟۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ چھ انگلیاں رکھنے والے کے قتل سے تباہی پھیلتی ہے زیادہ تر شنگشت درویش ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں نے خیرہ سر بننا ہی مناسب سمجھا۔

بہت چالاک ہو۔ اب تم جو چاہو کرتے پھرو، کوئی تمہیں ٹیڑھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔

شارق نے پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کا مار ڈالا گیا ہوتا۔

لیکن میں نے اب کچھ اور ہی سوچا ہے۔

کیا۔۔۔۔۔؟

تمہیں جلد از جلد جانور بنا دوں۔

کیا مطلب؟۔ شارق اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

بیٹھ جاو۔ عمران مسکرا کر بولا۔ اس طرح تم سردی سے بھی محفوظ رہ سکو گے۔

پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو؟۔

سچ مچ جانور نہیں بنو گے۔ اور اگر نقلی جانور بننے پر تیار نہ ہوئے تو وادی زلمیر میں سچ مچ جانور بنا دیئے جاو گے۔

صاف صاف کہو؟۔

ان لوگوں کے جسموں میں کوئی ایسی دوا داخل کی گئی ہے جس نے ان کے رونگھٹوں کو حیرت انگیز طور پر بڑھا دیا اور یہ عمل بہت تھوڑے وقت میں ہوا تھا۔

یہ کس طرح ممکن ہے؟۔

ترقی یافتہ لوگوں کے لیے سب کچھ ممکن ہے۔ میں وہاں تمہیں دو عدد مادائیں دکھاوں گا جو فرنگی نسل سے تعلق رکھتی ہیں اس میں ایک سنہری ہے اور دوسری سفید۔ اور تمہارے شکرالی سیاہ بالوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔

لیکن اب میرے باپ کا کیا ہوگا؟۔

ہوسکتا ہے ان کے پاس کوئی ایسی دوا بھی ہو جو انہیں دوبارہ آدمی بنا دے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ خود اپنی نسل پر ہرگز ہاتھ صاف نہ کرتے۔

گویا۔۔۔کوئی فرنگی یہ سب کچھ کر رہا ہے؟۔

سو فیصد یہی بات ہے۔

آخر کیوں؟۔

یہی تو دیکھنا ہے۔ ویسے شکرالی عورتیں ان کے ہاتھ نہ لگ سکی ہوگی اس لیے انہوں نے فرنگنوں ہی کو جانور بنا دیا اور وہ دونوں مادائیں شکرالی نروں کے ساتھ بہت خوش ہیں۔

کیا بات ہوئی؟۔ شارق نے حیرت سے کہا۔

ہوسکتا ہے وہ یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ ان کے بچے آدمی ہی ہوتے ہیں یا جانور۔

میں سمجھ گیا۔ ویسے یہ سفید سور ہمیں جانور ہی سمجھتے ہیں۔ شارق نے غصیلی آواز میں کہا۔

پکی بات کہی تم نے۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

اچھا تو تم کس طرح جانور بناؤ گے؟۔

پہلے خود بن کر دکھاوں گا۔ پھر تمہیں بھی بنا دوں گا۔

عمران نے تھیلے سے وہ کھال نکالی جسے اپنے جسم پر فٹ کرنا تھا۔ اور ایک چٹان کی اوٹ میں چلا گیا۔

شارق متحیرانہ انداز میں بیٹھا اس کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ نہ جانے اور کون کون سے تاثرات نظر آرہے تھے۔

پھر جیسے ہی عمران چٹان کی اوٹ سے نمودار ہوا اس کا ہاتھ بے اختیار ہولسٹر کی طرف چلا گیا۔

ارے۔۔۔۔ارے۔ کہیں فائر نہ کر دینا۔ عمران بول پڑا۔

ربِ عظیم۔۔۔۔شارق کی زبان سے اتنا ہی نکل سکا۔

کہو کیسی رہی؟۔ عمران قریب آ کر بولا۔

سس۔۔۔۔سمجھ میں نہیں آتا۔

اگر اسی روپ میں تمہاری بستی میں چلا جاوں تو گولیاں مجھے چھلنی کر کے رکھ دیں۔

اس میں کوئی شک نہیں۔

اسی لیے وہ بیچارے حجرہ نشین ہوگئے ہیں۔

مجھے کیسے جانور بناؤ گے؟۔ شارق نے پوچھا۔

میرا خیال ہے کہ تم پر جو کھال منڈھی جائے گی وہ تمہاری جسامت سے زیادہ ہوگی۔ لہذا اپنا لباس مت اتارو اور اسی پر فٹ کر دوں گا۔

عمران نے وہ کھال نکالی جو شہباز کے لیے تیار کی تھی اور شارق کے جسم پر فٹ کرنے لگا۔

آدھے گھنٹے بعد وہاں سیاہ رنگ کے دو گوریلے بیٹھے نظر آرہے ان میں سے ایک شکرالی جنگی نغمہ الاپ رہا تھا۔ یہ شارق تھا۔

بس کرو۔ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اگر دشمنوں نے دیکھ لیا تو سمجھیں گے کہ تم جانور بن کر خوشی کا اظہار کر رہے ہو۔

میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی بستی میں جا کر ہراس پھیلا دوں۔

بن مانس اگر شگشت بھی ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عمران نے کہا۔ کوئی خوفزدہ ہو کر تمہیں گولی مار دے گا۔

رات بخیر و خوبی گزری تھی۔ وہ آرام سے اسی چٹان پر سوتے رہے تھے الاو روشن کرنے کی بھی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔

دوسری صبح جب وہ گھوڑوں کے قریب پہنچے تھے تو شارق کا گھوڑا ابدکنے لگا تھا۔ بمشکل تمام قابو میں آیا اور سفر دوبارہ جاری ہو گیا۔

وادی میں پہنچ کر کیا کرو گے؟۔ شارق نے پوچھا۔

وادی کی طرف سے اس شگاف تک پہنچنے کی کوشش کروں گا جس سے کل وادی کا جائزہ لیا تھا۔

میں تو ان سچ مچ جانوروں کو دیکھنے کے لیے بے چین ہوں۔ آخر وہ ہیں کون؟۔

یہ بتانا مشکل ہے کیونکہ جانور بس جانور ہی ہوتے ہیں۔

واہ۔۔۔۔ میں شارق ہوں۔۔۔۔ تم صف شکن ہو؟۔

لیکن وہ سچ مچ جانور بن گئے ہیں اپنے نام کیوں بتائیں گے رحبان کا سردار کیسے کہہ سکے گا کہ وہ شہداد ہے۔ اسی لیے تو بے چارہ کسی کو اپنی شکل نہیں دکھاتا۔

ان کے گھوڑے خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہے تھے۔ عمران نہیں چاہتا تھا کہ اس حال میں کسی کی نظر ان پر پڑے۔ وادی زلمیر میں شکرالیوں کے داخلے پر پابندی لگائی گئی تھی۔ لیکن ادھر سے تو شکرالی گزرتے ہی رہتے تھے۔

دن ڈھلنے سے قبل ہی وہ اس پہاڑی سلسلے تک جا پہنچے، جس کا ذکر شارق نے منحوس پہاڑ کے نام سے کیا تھا۔

واقعی۔ یہ تو ایسے سیدھے کھڑے ہیں جیسے انسانی ہاتھوں نے انہیں تراش تراش کر مسطح کر دیا ہو۔

مت دیکھو ان کی طرف ورنہ تمہارا ستارہ گردش میں آ جائیگا۔ شارق نے گھبرا کر کہا۔

میرا ستارہ عموما میرے قابو میں ہی رہتا ہے۔ عمران بولا۔

تم عجیب آدمی ہو، کسی بات پر یقین ہی نہیں رکھتے۔

رب عظیم کے علاوہ اور کسی پر یقین نہیں رکھتا۔

ستارے بھی رب عظیم نے بنائے ہیں۔

اور میں بھی رب عظیم کی تخلیق ہوں۔ عمران ہنس کر بولا۔ ایسی تخلیق جو دوسری تخلیقات پر حاوی ہے۔

شارق کچھ نہ بولا۔۔۔۔۔۔ وہ وادی زلمیر میں داخل ہو چکے تھے۔ ابھی گھنے جنگلوں کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ اچانک ایک جگہ ان کے گھوڑے بھڑکنے لگے۔ عمران فورا ہی اپنے گھوڑے

سے کود گیا۔ ساتھ ہی زین سے لٹکے ہوئے تھیلے سے ریوالور بھی نکال لیا۔

شارق نے اس کی تقلید کی اور بمشکل تمام وہ انہیں ایک درخت کے تنے سے باندھنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

فی الحال یہیں رک جاو۔ عمران بولا۔ پتہ نہیں کیا چکر ہے؟۔

وہ دونوں ہی پوری طرح ہوشیار ہو گئے تھے۔

اور پھر ذرا ہی سی دیر بعد گھوڑوں کے بھڑکنے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ قریب ہی کی جھاڑیوں سے بھورے رنگ کا ایک جانور برآمد ہواتھ۔ جس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔

فائر مت کرنا۔ عمران نے شارق سے کہا۔ یہ بھی مظلوم ہی لگتا ہے۔

فرنگی معلوم ہوتا ہے۔ شارق بولا۔

خدا جانے معلوم ہوتا ہے یا ہوتی ہے۔ عمران نے کہا اور سامنے کھڑے ہوئے خوفزدہ جانور سے شکرالی ہی میں پوچھا۔ تم نر ہو یا مادہ؟۔

میں نہیں سمجھتا تم کیا کہہ رہے ہو؟۔ بھورے جانور نے بے بسی سے انگریزی میں کہا۔

ہاں فرنگی ہی ہے۔ اور آواز سے نر معلوم ہوتا ہے۔ عمران نے شارق سے کہا۔ ساتھ ہی وہ سوچ رہا تھا کہ اس جانور پر اپنی انگریزی دانی ظاہر کرے یا نہ کرے۔ کسی بدیسی نر کی موجودگی اس کے نظریئے کو یکسر غلط ثابت کئے دے رہی تھی۔ کہیں وہ بھی انہی کی طرح جانور کے بہروپ میں نہ ہو اور اس کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ شکرالی جانوروں سے قریب رہ کر ان کی مختلف ذہنی کیفیات کا جائزہ لیا جا سکے۔

عمران نے ریوالور کی جنبش سے اسے قریب آنے کا اشارہ کرتے ہوئے شارق سے کہا۔

ہوشیار رہنا۔ بظاہر یہ مسلح بھی نہیں معلوم ہوتا۔

بھورا جانور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن اس کے دونوں ہاتھ اب بھی اوپر اٹھے ہوئے تھے۔

تم اس کے پیچھے کھڑے ہو جاو۔ اور پشت کے بال مٹھی میں جکڑ کر کھینچو۔ عمران نے شارق سے کہا۔ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ اصلی ہے یا ہماری طرح نقلی ہے۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ شارق نے کہا اور جھپٹ کر بھورے جانور کے عقب میں چلا گیا۔ پھر جیسے ہی اس نے اس کے پشت کے بالوں پر جھپٹا مارا تھا۔ بھورا جانور بے ساختہ چیخنے لگا تھا۔

چھوڑ دو۔ اصلی ہے۔ عمران بولا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم لوگ کیا کرنا چاہتے ہو؟۔ بھورا جانور بلبلا کر بولا۔

ہم بھوکے ہیں۔ تمہیں بھون کر کھائیں گے۔ عمران نے انگریزی میں کہا۔

خداوندا۔۔۔۔۔ تیرا شکر ہے۔ بھورا جانور بے ساختہ بولا۔ یہ میری زبان سمجھ سکتا ہے۔

سارے ہی شکرالی انگریزی سے نابلد نہیں ہیں۔

تو پھر وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ بھورا جانور خوش ہو کر بولا۔

کون لوگ؟۔

وہ جنہوں نے ہمیں اس حال کو پہنچایا ہے۔

وہ کہاں ہیں؟۔

اس پہاڑ پر۔۔۔۔ بھورے جانور نے منحوس پہاڑ کی طرف دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر کہا۔

تین دن پہلے میں بھی انہی لوگوں میں تھا۔

خوب، تو اپنوں پر بھی ظلم ڈھا رہے ہیں؟۔

اچھا تو کیا تم اسے کوئی آسمانی بلا نہیں سمجھتے؟۔ بھورے جانور نے حیرت سے کہا۔

قطعی نہیں۔ سارے شکرالی جاہل اور سائنس کے کارناموں سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

تب تو انہیں چوٹ ہوگئی۔ انہوں نے غلط جگہ کا انتخاب کیا ہے۔

اچھا تو تم ہمارے بارے میں چھان بین کرنے کے لیے جانور بنائے گئے ہو؟۔

ہرگز نہیں، بھورا جانور جلدی سے بولا۔ میں نے اس وحشیانہ حرکت کے خلاف احتجاج کیا تھا۔

میرا نام نکولس ہے۔ میں وہاں وائرلس آپریٹر کے فرائض انجام دیتا تھا۔

لیکن اس پہاڑ پر چڑھنا ناممکن ہے؟۔

اس جنگل کی طرف سے تو قطعی ناممکن ہے۔ بھورا جانور سر ہلا کر بولا۔ لیکن زرد ریگستان کی طرف سے ناممکن نہیں ہے۔

آخر اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟۔

مقصد کا علم ہم میں سے کسی کو بھی نہیں ہے؟۔

سوال تو یہ ہے کہ جب اس طرف سے ناقابل عبور ہیں تو تم یہاں تک کیسے پہنچے؟۔

شاید میرے فرشتوں کو علم ہو۔ مجھ تو نہیں ہے۔ وہاں بے ہوش ہوگیا تھا۔ اور آدمی ہی کی حیثیت سے بے ہوش ہوا تھا۔ آنکھ کھلی تو یہاں جانور بنا ہوا پڑا تھا۔

تمہاری نسل کی دو مادائیں بھی ہمارے ساتھ ہیں۔

میرے احتجاج کی اصل وجہ بھی وہی ہیں۔

وہ بھی تمہارے ساتھ تھیں؟۔

نہیں۔۔۔۔ وہ کہیں اور سے لائی گئی ہیں۔

بیٹھ جاو۔۔۔۔ ہم مزید گفتگو کریں گے۔

میں بہت بھوکا ہوں؟۔

اسے بھنا ہوا گوشت اور روٹی کا ایک ٹکڑا دے دو۔ عمران نے شارق سے کہا۔

وہ گھوڑوں کی طرف بڑھ گیا جو اب پرسکون ہو چکے تھے۔

وہ ریشے کیسے ہیں جو ہم پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور ہم بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں؟۔

ایک خاص قسم کی دھات سے بنائے گئے ہیں اور وائرلس سے کنٹرول کئے جاتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو آگاہ کردوں گا کہ وہ ریشے کہاں کہاں پھیلائے گئے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو جنگل میں قدم رکھنے سے منع کرو۔ وہ تو مجھے اس غلط فہمی میں یہاں ڈال گئے ہیں کہ کوئی شکرالی میری زبان نہیں سمجھ سکے گا۔

بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ عمران سر ہلا کر بولا۔

بھورا جانور خاموش ہو کر شارق کے لائے ہوئے کھانے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

وہ ہمیں بالکل ہی جانور نہیں بنا سکے ہم آج بھی پکا پکا کر کھاتے ہیں اور چائے پیئے بغیر درد سر میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

لیکن آدمیوں میں بیٹھنے کے قابل تو نہیں رہے۔ بھورا جانور جلدی جلدی منہ چلاتا ہوا بولا۔

پھر عمران شارق کو ہونے والی گفتگو سے متعلق بتانے لگا۔

تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟۔ پوری بات سن لینے کے بعد شارق نے سوال کیا۔

فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ ویسے اس کا بھی امتحان ہو سکتا ہے کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا۔

کس طرح امتحان کرو گے؟۔

اپنے تھیلے سے تیمال کا مرتبان نکال لاو۔

میں اسے تیمال تو ہرگز نہیں دوں گا۔ خود بہت احتیاط سے استعمال کر رہا ہوں۔ ختم ہو گئی تو میں کیا کروں گا؟۔

تین چار گھونٹ سے زیادہ نہیں۔

تین چار گھونٹ سے کم نہیں چلے گا۔ اتنی مقدار تو ہونی ہی چاہیئے کہ اسے اپنے دماغ پر قابو نہ رہے اور وہ سچ بولنے لگے۔

میرے پاس ایک ایسا سفوف موجود ہے جس کی آمیزش سے تین چار گھونٹ مشکیزہ بھر تیمال بن جائیں گے۔ چلو اٹھو، تم تیمال نکالو اور میں اپنے سامان میں وہ سفوف تلاش کروں گا۔

شارق طوعاً وکرہاً اٹھا تھا۔

دو تین منٹ بعد عمران گلاس تیار کر کے۔۔۔۔ پھر بھورے جانور کی طرف پلٹ آیا۔

اگر چاہو تو شکرالی شراب کی بھی کچھ مقدار پیش کی جا سکتی ہے؟۔ عمران نے اس سے کہا۔

اوہ۔۔۔ شکریہ۔۔۔۔ شکریہ۔۔۔ تم بہت اچھے ہو۔ مجھ پر مزید احسان کرو گے اگر ایسا کر سکو؟۔

عمران نے گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ہلکی ہلکی چسکیاں ہی لینا ہماری شراب تمہاری شرابوں سے کئی گناہ تیز ہوتی ہے۔

اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔

دو تین چسکیوں نے ہی اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔

واقعی۔۔۔ حیرت انگیز۔۔۔ ذائقہ اور بو بھی لاجواب ہے، کس طرح کشید کرتے ہو؟۔

گلاس کا آخری قطرہ بھی حلق میں انڈیل لینے کے بعد اس نے جھومتے ہوئے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کیا۔

تم میں سے کوئی شکرالی بھی بول اور سمجھ سکتا ہے؟۔ عمران نے اس کا شانہ ہلا کر سوال کیا۔

صص۔۔۔ صرف ایک عورت۔۔۔ لیزا گوردو۔۔۔۔ وہی انچارج بھی ہے۔ اسی کتیا نے

مجھے اس حال کو پہنچایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اب کیا ہوگا۔

اگر ہم تمہیں اپنا شریک کرلیں تو کیا کرلو گے؟۔

ہر طرح تمہارا حکم مانوں گا۔ چلو۔ ابھی اس پہاڑ پر دھاوا بول دو؟۔

شکرال کے پہلے گیارہ آدمی کہاں اور کس طرح جانور بنائے گئے تھے؟۔

یہیں۔۔۔ اسی جنگل میں۔۔۔ ریشوں کی یلغار کے ذریعے۔

لیکن مجھ پر تو ریشوں کی یلغار نہیں ہوئی تھی؟۔

تمہیں کسی اور طرح سے بیہوش کرکے انجکشن دیا گیا ہوگا۔

کیا میں پھر آدمی بن سکوں گا؟۔ عمران نے سوال کیا۔

اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

اور مقصد بھی نہیں جانتے؟۔

قطعی نہیں۔

کیا لیزا گوردو۔۔۔ ہی اس حرکت کی ذمہ دار ہے؟۔

نہیں۔۔۔۔ تین بڑے۔۔۔۔ کہلاتے ہیں وہ لوگ۔۔۔۔ لیزا محض ایک نگراں کی حیثیت رکھتی ہے۔

کیا وہ تینوں بھی پہاڑ ہی پر ہیں؟۔

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بہت بڑے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ مجھے تو ایک فرم نے ملازمت دی تھی۔ اور یہاں بھیج دیا تھا۔

فرم کہاں ہے؟۔

ترکی میں۔۔۔

ترکوں ہی سے تعلق رکھتی ہے؟۔

نہیں۔۔۔ امریکی فرم ہے۔

تو گویا۔۔۔۔ تم لوگوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر ترکی کو بنایا ہے؟۔

یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہی ہیڈ کوارٹر ہے یا محض ایک شاخ۔۔ ادویات سازی کے لیے بوٹیوں کی تلاش اس فرم کا بزنس ہے۔

اس کی آنکھیں بند ہوتی جارہی تھیں۔ عمران نے اس کا شانہ پکڑ کر آہستہ سے لٹا دیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ گہری نیند میں ڈوب گیا تھا۔

ہوگی امتحان؟۔ شارق نے پوچھا۔

ہاں۔۔۔۔ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔

اب کیا باتیں ہوئیں؟۔

عمران نے جتنا مناسب سمجھا اسے بتاتے ہوئے کہا۔ اب ان پہاڑوں کو بھی دیکھنا پڑے گا۔

☆

لیزا گوردو نے ہیڈ کوارٹر سے آئے ہوئے پیغام کو ڈی کوڈ کیا تھا۔

کوئی فائدہ نہیں اگر وہ سب کہیں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں۔ انہیں ان کے گھروں سے نکال کر جنگل میں لاو۔ ابھی تک صرف تیرہ عدد پر تجربہ کیا گیا ہے۔ یہ تعداد کافی نہیں ہے۔ مختلف طریقے اختیار کر کے تعداد تیزی سے بڑھائی جائے۔ مطلع کرو کہ اب جنگل میں ان کی تعداد کیا ہے۔۔۔؟

لیزا گوردو کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔ اس نے کورورڈز میں لکھنا شروع کیا۔

برائے ہیڈ کوارٹر۔۔۔۔ اس وقت چار عدد مقامی، دو لڑکیاں۔۔۔۔ اور وہ جس کے لیے ہیڈ کوارٹر سے ہدایت ملی تھی۔ جنگل میں موجود ہیں۔۔۔ میری معلومات کے مطابق گیارہ میں سے دو اپنی مکین گاہوں میں سے نکل کر جنگل میں داخل ہو گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ انہیں بستی سے نکال لایا جائے گا۔ مزید ضافے کے لیے دوسری تدابیر اختیار کی جائے گی۔۔۔۔

جواب لکھ لینے کے بعد وہ ٹیلی پرنٹر کے قریب جا بیٹھی۔ اور اس کی انگلیاں بورڈ پر تیزی سے چلنے لگیں۔ وہ آپریشن روم میں تنہا تھی پیغام پرنٹ کر کے مشین بند کی اور اٹھ گئی۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

آ جاو۔۔۔ س نے خشک لہجے میں کہ۔

دروازہ کھول کر ایک قد آور اور مضبوط جسم والا آدمی آپریشن میں داخل ہوا۔

کیا بات ہے؟۔ لیزا کا لہجہ اب بھی خشک تھا۔

مجھے نکولس کی تلاش ہے مادام؟۔

کسی کو اس کی اطلاع ہی نہیں؟۔

کیا یہ ضروری تھا کہ دوسروں کو اس کا علم بھی ہوتا؟۔

میں نہیں سمجھا مادام؟۔

اگر وہ اطلاع دینا چاہتا تو خود ہی دے دیتا۔

کیا کہنا چاہتے ہو؟۔

میری ایک بہت اہم چیز تھی اس کے پاس۔ اور اس طرح مجھے مطلع کئے بغیر واپس جانے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ بے ایمانی کی ہے۔

بیٹھ جاو۔ لیزا نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

شکریہ مادام۔

اب بتاو کیا بات ہے؟۔

اس کے پاس میری ایک بہت اہم چیز تھی۔

اگر تم مجھے اس کی اہمیت کا یقین دلا دو تو شائد میں کچھ کر سکوں؟۔

میرے ایک بزرگ کی ایک نوٹ بک ہے۔

میں نے اس کی اہمیت کے بارے میں پوچھا تھا؟۔

اہمیت۔۔۔۔ اب کیا فائدہ۔۔۔۔ اب میں اس ذلیل کی گرد کو بھی نہ پا سکوں گا۔

اس نوٹ بک میں کیا تھا؟۔

دریائے نمیلی کے ایک موڑ پر پائے جانے والے ہیروں کا سراغ تھا۔

لیزا ہنس پڑی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے نووارد کو احمق سمجھتی ہو۔

یقین کرو مادام۔ میرے بزرگ نے منگولوں کی ایک پارٹی کے ساتھ ادھر کا سفر کیا تھا اور بہت کچھ لے کر واپس ہوئے تھے۔ اس نوٹ بک میں یادداشت اور نقشے موجود تھے۔

میں نے بچپن میں ایسی بہتری کہانیاں سنی اور پڑھی تھیں۔

خیر۔۔۔ کچھ بھی ہو۔ میری زندگی برباد ہوگئی۔ اسی چکر میں یہاں آیا تھا ورنہ مجھے ان غیر انسانی حرکات سے کیا سروکار؟۔

کیا تم اپنے ان جملوں کی وضاحت کر سکو گے؟۔

کیوں نہیں۔ مجھے اس چکر میں ڈالنے والا بھی نکولس ہی تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میری فرم میں ملازمت کر لو۔ عنقریب ایک پارٹی جڑی بوٹیوں کی تلاش میں دریائے نمیلی ہی کی طرف جانے والی ہے۔

لیزا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ اگر ایسی کوئی بات تھی تو تمہیں مجھ سے ضرور تذکرہ کرنا چاہئے تھا۔ میں دریائے نمیلی کے کنارے کنارے بھی سفر کر چکی ہوں۔ یہاں کی کئی مقامی زبانوں سے واقف ہوں۔ نکولس تمہاری کیا مدد کر سکتا۔ وہ تو اول درجے کا بدمعاش ثابت ہوا ہے۔ اسی لیے ہیڈکوارٹر میں اس کی طلبی ہوئی ہے کہ یہاں آنے سے قبل اس نے ایک بڑی رقم غائب کر دی تھی۔

خدا کی پناہ۔۔۔ نووارد کراہا۔

اچھی بات ہے۔ میں دیکھوں گی کہ تمہارے لیے کیا کر سکتی ہوں۔

بہت بہت شکریہ مادام۔ نووارد اٹھتا ہوا بولا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لیزا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ٹھہرو۔

وہ رک کر مڑا۔

تم نے اس کا ذکر کسی اور سے تو نہیں کیا؟۔

نہیں مادام۔ نکولس جانتا تھا۔ یا آپ جانتی ہیں۔

تم نے بہت اچھا کیا۔ میں اسے پھر بلوانے کی کوشش کروں گی۔ یہاں بھی کوئی چارج لگا کر جوابدہی کے لیے طلب کر لینا کچھ مشکل تو نہیں۔

یہی مناسب ہوگا مادام۔

بس جاو۔ لیزا مسکرا کر بولی۔ میں دیکھ لوں گی۔

شکریہ مادام۔

وہ باہر چلا گیا۔ لیزا خاموش بیٹھی کچھ سوچتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اٹھی تھی اور آپریشن روم سے نکل کر نکولس کے اقامتی کمرے کی طرف آئی تھی۔

قفل میں کنجی گھمائی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ نکولس کا سامان جوں کا توں موجود تھا۔ بڑی احتیاط سے سامان کی تلاش لینی شروع کی لیکن کوئی ایسی نوٹ بک برآمد نہ کر سکی جس پر

جیری اسٹاوٹن والی نوٹ بک کا گمان بھی ہوسکتا۔

کہیں وہ نکولس کے پاس ہی نہ رہی ہو۔ اس نے سوچا۔ اگر ایسا ہے تو پھر وقت ضائع ہوگئی ہوگی۔ کیونکہ وہ لباس تو نظرِ آتش کر دیا گیا تھا۔ جو جانور بنائے جانے سے قبل اس کے جسم پر موجود تھا۔ خود لیزا ہی نے اپنے ہاتھوں سے اسے بھڑکتے ہوئے آتش دان میں ڈالا تھا اور اس طرح کہ جیبیں تک ٹٹولنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

دریائے نمیلی کے کسی کنارے پر پائے جانے والے ہیرے محض داستان کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ اس نے بھی ان کے بارے میں پہلے ہی سے سن رکھا تھا۔ لیکن مقام کی صحیح نشاندہی کسی نے بھی نہیں کی تھی۔

نکولس کا کمرہ مقفل کر کے وہ پھر آپریشن روم میں آئی اور انٹر کام پر کسی سے رابطہ قائم کر کے جیری کو پھر بلوایا۔

تمہیں شکرالی زبان آتی ہے؟۔ اس نے پہلا سوال کیا تھا۔

نہیں مادام۔ یہی تو دشواری ہے۔ جیری بولا۔

نوٹ بک یہاں آنے کے بعد تم نے اس کے حوالے کی تھی یا وہیں اس کے قبضے میں چلی گئی تھی؟۔

وہاں میں نے اسے دکھائی تھی۔ دی نہیں تھی۔ یہاں پہنچ کر اس نے نقشوں کا مطالعہ کرنے کے لیے مانگ لی تھی۔

جب اسے رازدار بنالیا تھ تو اس حد تک اعتماد کرنا ہی چاہئے تھا۔

فطری بات ہے۔ لیزا سر ہلا کر بولی۔

تو آپ کو یقین آ گیا ہے کہ دریائے نمیلی کے کسی کنارے پر ہیرے پائے جاتے ہیں؟۔

یقین آئے یا نہ آئے۔ نوٹ بک تمہیں واپس ملنی چاہئے۔ ویسے بھی وہ تمہارے کسی بزرگ کی یادگار ہے۔

سر ٹامس گرے میرے دادا تھے۔

سر ٹامس گرے؟۔ لیزا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ وہی تو نہیں جنہوں نے ایک سفرنامہ پراسرار مشرق کے نام سے لکھا تھا؟۔

وہی۔۔۔ وہی مادام۔ جیری خوش ہو کر بولا۔

کمال ہے تم نے مجھے بتایا نہیں کہ تم اتنے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہو؟۔

کیا بتاتا مادام۔ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ خطاب اور جاگیر میرے بڑے بھائی کے حصے میں آئے ہیں۔ اور خاندان والوں سے میرا جھگڑا رہتا ہے۔

لیکن میں تو تمہیں کو اب سر جیری اسٹاوٹن کہا کروں گی۔ لیزا ہنس کر بولی۔

میں نے اپنے نام کے ساتھ گرے لکھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

لیزا کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ اچھا اب تم جاو۔ بہت جلد نکولس کو دوبارہ بلواوں گی۔

جیری کے چلے جانے کے بعد وہ ہیڈ کوارٹر کے لیے ایک پیغام کوڈ کرنے لگی تھی۔ جس کے مطابق اس نے جیری پر بھی نکولس کا ساتھ ہونے اور بغاوت کا الزام لگاتے ہوئے ہیڈ کوارٹر کو مشورہ دیا تھا کہ جیری کو بھی ٹھکانے لگا دینا مناسب ہوگا۔ کیونکہ وہ تھوڑی بہت شکرالی بھی بول سکتا ہے۔ اگر اسے جانور بنا کر جنگل میں پھنکوا دیا گیا تو شکرالی جانوروں کو حقیقت کا علم ہو جائے گا۔

پیغام ٹیلی پرنٹر کے توسط روانہ کر دینے کے بعد وہ جواب کا انتظار کرنے لگی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد جواب بھی آ گیا تھا۔ جس کے مطابق جیری کو ٹھکانے لگا دینے کا اختیار دے دیا گیا تھا۔

اس نے ایک طویل سانس لی اور آپریشن روم سے باہر نکل آئی۔

☆

وہ گھنے جنگل میں داخل ہو چکے تھے نکولس نے ان دونوں کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

تمہارا دم غنیمت ہے۔ اس نے عمران سے کہا۔ ورنہ خود کو اس حیثیت میں پانے کے بعد سے ڈر رہا تھا کہ کہیں ایسے شکرالیوں سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے جو میری زبان نہ سمجھتے ہوں اور مجھے جان ہی سے مار دیں لیکن میری خوش قسمتی۔۔۔۔ بس اب کسی طرح اس بات کو چھپائے رکھنا پڑے گا کہ تم انگلش بھی بول اور سمجھ سکتے ہو۔

کس سے چھپائے رکھنا پڑے گا؟۔ عمران نے پوچھا۔

انہی دونوں سفید فام لڑکیوں سے جو اس جنگل میں موجود ہیں۔ وہ جانتی ہیں۔ میں نے ہی انہیں پاگل ہو جانے سے بچایا تھا۔ ورنہ وہ ہم سیاہ فام جانوروں کو دیکھ کر ہی دہشت زدہ ہو گئی تھیں۔

تم دونوں تو بہت سمجھدار ہو۔ نکولس بولا۔

اب تم مجھے وہ جگہیں دکھاؤ جہاں جہاں انہوں نے ریشوں کے جال بچھا رکھے ہیں؟۔

بہت بڑا جنگل ہے۔ کئی دن لگ جائیں گے۔

تم اس کی پرواہ مت کرو۔

کم از کم پہاڑ پر سے میری نگرانی ضرور کی جائے گی۔

تمہارے بیان کے مطابق نگرانی ہم سبھوں کی ہوتی رہتی ہے۔

اگر انہوں نے ان جگہوں کی نشاندہی کرتے دیکھ لیا تو شبہے میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ابھی تک تو لیزا یہی سمجھتی ہے کہ تم میں سے کوئی شکرالی کے علاوہ اور کوئی زبان بول اور سمجھ نہیں سکتا۔

کیا ہماری آوازیں بھی سنی جا سکتی ہیں وہاں؟۔

نہیں۔۔۔۔ اس کا انتظام وہ نہیں کر سکے۔ البتہ بعض مقامات پر کیمرے پوشیدہ ہیں۔

تمہیں علم ہے ان مقامات کا؟۔

ہاں۔۔۔۔ مجھے علم ہے۔۔۔۔ اسی لیے میں اتنی احتیاط برت رہا ہوں تاکہ آپریشن روم میں نہ دیکھا جا سکوں۔

عمران کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ سوال تو یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟۔

مجھے صرف ایک ہی فکر ہے۔ کیا دوبارہ آدمی بن سکوں گا یا اسی حال میں مرنا پڑے گا؟۔ نکولس بولا۔

بڑی گھٹیا فکر لاحق ہوگئی ہے تمہیں۔ عمران ہنس کر بولا۔ آدمی ہی ہونے کی حیثیت میں تم نے کونسا تیر مارا ہوگا۔

کیا مطلب؟۔

بحیثیت آدمی تم کوئی شریف آدمی نہ رہے ہوگے؟۔

ویسے تو شریف آدمی ہی تھا لیکن فوری اشتعال کے تحت ایک بڑا جرم سرزد ہوگیا تھا مجھ سے۔

قتل؟۔

یہی سمجھ لو۔

اور پھر تم ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے؟۔

ایسا ہی ہوا تھا۔ اس کے بعد میں پوری طرح ان لوگوں کے قابو میں تھا۔

جانور بھی فوری طور پر مشتعل ہوجاتے ہیں اور منطقی شعور نہیں رکھتے لہذا بڑے بڑے بالوں میں کیا برے ہو۔ نہ لباس کی فکر نہ رکھ رکھاو کا بخار۔ میری ہی طرح عیش کرو۔

تم تو عقلمندوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ شکرالی نیم وحشی ہیں۔

وحشت کے بھی کچھ نہ کچھ آداب ہوتے ہیں۔

نکولس پھر کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ گھوڑے ساتھ نہیں تھے۔ انہیں ایک محفوظ مقام پر

باندھا گیا تھا۔ عمران کو شہباز اور طربدار کی تلاش تھی۔ پتہ نہیں وہ چاروں کدھر نکل گئے تھے۔ حالانکہ عمران نے شہباز کو آگاہ کردیا تھا کہ ادھر ادھر بھٹکتے رہنے میں مزید مشکلات کا سامنا ہوسکتا ہے اس لیے اگر کسی جگہ محدود ہی رہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

وہ کچھ دیر اور چلتے رہے۔ پھر شارق نے عمران سے کہا تھا کہ وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہے۔

کیا تمہارا سارا جوش رخصت ہوگیا؟۔ عمران ہنس کر بولا۔

نہیں صف شکن، میں تھوڑی دیر سونا چاہتا ہوں۔ رات نیند نہیں آئی تھی۔

اچھا۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔ سو جاو۔ اور ایک بات پوری طرح ذہن نشین کرلو کہ خواہ کچھ ہو۔ یہ کھال ہرگز نہ اتارنا۔

میں سمجھتا ہوں۔ تم مجھے پہلے ہی بتا چکے ہو۔

عمران ایک طرف بیٹھ گیا۔ نکولس بھی شائد کچھ دیر آرام ہی کی سوچ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی بیٹھ کر ایک درخت کے تنے سے ٹک گیا۔

تم وائرلس آپریٹر تھے؟۔ عمران نے اس سے پوچھا۔ اور اثبات میں جواب سن کر سوال کیا۔ یہاں سے کس قسم کے پیغامات ہیڈ کوارٹر کو بھیجے جاتے ہیں اور وہاں سے کس نوعیت کی ہدایات ملتی ہیں؟۔

لیزا کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ پیغام رسانی ٹیلی پرنٹر کے ذریعے ہوتی ہے جس کے لیے کوڈ استعمال کیا جاتا ہے اور کوڈ سے لیزا کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں ہے۔

کیا وہ ٹیلی ویژن کیمرے بھی لاسلکی ہی ہیں جو یہاں کے مناظر پہاڑوں والی عمارت تک پہنچاتے ہیں؟۔

ہاں وہ بھی لاسلکی ہیں۔

اتنے زبردست اخراجات کسی بڑے مقصد کے حصول ہی کے لیے کئے جاسکتے ہیں۔

مجھے تو یہ سب کچھ محض پاگل پن معلوم ہوتا ہے۔ نکولس نے کہا۔

کیوں نہ آج رات اس پہاڑ کا جائزہ قریب سے لیا جائے؟۔

انہیں علم ہو جائے گا۔ ایک مخصوص حد سے گزرنے والا پرندہ بھی ان پر ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم وہاں تک پہنچ ہی نہ سکیں گے؟۔

میرا یہی خیال ہے۔ میں نے لیزا کو کہتے سنا تھا کہ اگر کوئی جانور پہاڑ کی طرف آنے کی کوشش کرے تو اسے گولی ماردی جائے۔

کہاں سے۔۔۔اور۔۔۔۔کس فاصلے سے۔۔۔؟

یہ تو میں نہیں جانتا۔

پھر تو تمہارا وجود ہی میرے لیے فضول ہے کیوں نہ تمہیں بھون کر کھا جائیں؟۔

نکولس خوفزدہ سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔ میں تو خود کو تمہارے ساتھ محفوظ سمجھ رہا تھا۔

وہاں رہنے والوں کی ضروریات کس طرح پوری ہو جاتی ہیں؟۔ عمران نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

ہفتے میں دوبار ہیلی کوپٹر رسد لاتا ہے۔

زرد ریگستان ہی کی طرف سے آتا ہوگا کیونکہ ہم نے کبھی کسی ہیلی کوپٹر کی آواز نہیں سنی۔

ادھر ہی سے آتا ہے۔

شارق۔ عمران شکرالی میں بولا۔ زرد ریگستان تک پہنچنے کے لیے یہاں سے کتنی مسافت طے کرنی پڑے گی؟۔

زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو میل۔

ارے ہاں۔ ذرا یہ تو بتاؤ۔ تمہارے بوڑھے اپنے بالوں کو سیاہ کیسے کر لیتے ہیں؟۔

زراسود کی پتیوں سے۔

کیسی ہوتی ہیں؟۔

زرد رنگ کی پتیاں ہوتی ہیں۔ انہیں کچل کر بالوں میں لگتے ہیں بال سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اگر تم اس زرد پتی کو اپنی انگلیوں سے مسلو تو تمہاری انگلیاں سیاہ ہو جائیں گی۔

رنگ یقیناً پختہ ہوتا ہوگا؟۔

کئی دن تک انگلیوں کو دھوتے رہو تب رنگ چھوٹتا ہے۔

یہاں اس کے درخت ہیں؟۔

جنگل بھرا پڑا ہے۔ کتنے ہی درخت راہ میں ملے تھے۔ ٹھہرو۔ ادھر وہ دیکھو۔

اس نے اسے ایک درخت دکھایا تھا جس کی پتیاں زرد تھیں۔

کام بن گیا۔

میں اس بھورے جانور کو اپنی ہی طرح سیاہ بنا دینا چاہتا ہوں۔

کیوں۔۔۔شارق نے حیرت سے کہا۔

تا کہ پہاڑ والے اسے پہچان نہ سکیں۔ اور ہم کسی نہ کسی طرح اوپر پہنچ کر ان پر قابو پالیں۔

جیسی تمہاری مرضی۔

درخت پر چڑھ جاو اور شاخیں توڑ توڑ کر نیچے گراتے جاو۔

وہ دونوں مادائیں ابھی نہیں ملیں؟۔ شارق بولا۔

لڑکے، ماداوں کے لیے زندگی پڑی ہوئی ہے۔۔۔۔ اپنا کام کرو۔

پھر عمران نے نکلس کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا تھا۔

بڑا اچھا خیال ہے۔ پھر میں آزادی سے تم لوگوں کا ساتھ دے سکوں گا۔ ورنہ اس صورت میں تو شائد زندگی سے ہی ہاتھ دھونے پڑیں۔

شارق زراسود کی پتیاں توڑنے کے لیے ایک قریبی درخت پر جا چڑھا تھا۔ دفعتاً اس کے حلق سے عجیب سی چیخ نکلی تھی۔ عمران چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ شارق بڑی پھرتی سے نیچے اترتا ہوا نظر آیا۔ پھر وہ بھاگ کر عمران کے پاس پہنچا تھا۔

شمال کی طرف تین آدمی۔۔۔۔ لیکن وہ شکرالی نہیں ہوسکتے۔ شارق ہانپتا ہوا بولا۔ ابھی وہ دور ہیں۔ لیکن اسی طرف آرہے ہیں۔

کیا بات ہے؟۔ نکلس نے پوچھا۔

کچھ بھی نہیں۔ کالے بادل اٹھ رہے ہیں۔ مجھے دکھانا چاہتا ہے۔ عمران نے کہا اور زراسود کے درخت کی طرف بڑھ گیا۔ پھر وہ تیزی سے اوپر چڑھتا چلا گیا تھا۔ تھیلے سے دوربین نکالی اور بتائی ہوئی سمت دیکھنے لگا۔

اوہ۔۔۔۔۔ اس کے حلق سے تحیر زدہ سی آواز نکلی تھی۔

تین آدمی جنہوں نے اپنے چہروں کے بیشتر حصے گیس ماسک سے چھپا رکھے تھے۔ اسی جانب بڑھتے نظر آئے۔ ان میں سے ایک کی پشت پر دو گیس سلینڈر دکھائی دے رہے تھے جبکہ دو آدمیوں کی پشت پر صرف ایک ایک ہی تھا۔

یہ اضافی گیس سلینڈر۔۔۔۔ عمران بڑبڑایا۔ شاید پھر کسی کو شکار کریں گے۔ اچھی بات ہے۔ آو دوستو۔

اس نے دوربین تھیلے میں رکھی اور درخت سے اتر آیا۔ شارق کے قریب پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا تھا۔ اس بھورے کو یہیں چھوڑو اور چپ چاپ کہیں نکل چلو۔

کک۔۔۔۔ کیوں؟۔

اتنے میں نکلس بھی ان کے قریب آپہنچا۔ عمران اسے مخاطب کر کے جلدی سے بولا تھا۔ بادل اٹھ رہے ہیں۔ بارش ضرور ہوگی۔ تم یہیں ٹھہرو۔ ہم کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرلیں۔

مجھے تنہا نہ چھوڑو۔ نکولس کراہا۔

فکر نہ کرو۔ تمہاری بہتری ہی کے خواہاں ہیں۔

تمہاری مرضی۔ کہتا ہوا وہ وہیں بیٹھ گیا۔

وہ دونوں جھاڑیوں کے ایک سلسلے میں دور تک گھستے چلے گئے۔ پھر عمران نے ایک گھنیر درخت منتخب کیا اور دونوں اسی پر چڑھتے چلے گئے۔

آخر قصہ کیا ہے۔ کیا تم ان لوگوں سے خائف ہو؟۔ شارق بولا۔

نہیں۔۔۔۔ صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں آئے ہیں؟۔

پھر وہ گھنی شاخوں کے درمیان ایسی جگہ جا ٹھہرے جہاں نیچے سے نہ دیکھے جا سکتے۔ شارق کسی وحشی درندے کی طرح چوکنا ہو گیا تھا عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا۔ بس خاموشی سے دیکھتے رہو۔

وہ تینوں آہستہ آہستہ اسی طرف بڑھتے آ رہے تھے۔ لیکن ایسے انداز میں کہ نکولس کو خبر نہ ہونے پائے۔ دفعتاً اس آدمی نے اپنا راستہ بدل دیا۔ جس نے پشت پر دو گیس سلنڈر اٹھا رکھے تھے۔ غالباً وہ نکولس کے عقب میں پہنچنا چاہتا تھا۔ دو آدمی وہیں رک گئے جہاں سے تیسرے نے راستہ تبدیل کیا تھا۔

کہیں وہ اسے مار نہ ڈالیں؟۔ شارق آہستہ سے بولا۔

بس دیکھتے رہو۔ دخل اندازی کا وقت نہیں آیا۔

تیسرا آدمی اس طرح نکولس کے پیچھے پہنچ گیا کہ اسے کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی ربر کی نلکی کا نوزل نکولس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

یہ کیا کر رہا ہے؟۔ شارق نے اضطراب کے ساتھ پوچھا۔ بے ہوش کر رہا ہے اسے۔ کچھ کرو؟۔

ابھی نہیں۔

دیکھتے دیکھتے نکولس دھم سے زمین پر آ رہا۔ وہ آدمی گھوم کر پھر انہی دونوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ تینوں دیر تک وہیں کھڑے رہے پھر انہوں نے اپنے چہروں سے گیس ماسک ہٹائے اور آہستہ آہستہ بے ہوش نکولس کی طرف بڑھنے لگے۔

اب ہمیں حملہ کر دینا چاہئے؟۔ شارق نے دھیرے سے کہا۔

میں کہتا ہوں چپ چاپ دیکھتے رہو۔ اتفاق سے یہ موقع ہاتھ آیا ہے۔

شارق کچھ نہ بولا تھا۔

دو آدمیوں نے اپنے گیس سلنڈر اتارے تھے۔ جنہیں تیسرے آدمی نے سنبھال لیا تھا اور اب وہ دونوں جھک کر بے ہوش نکولس کو اٹھا رہے تھے۔

تیسرے نے اپنا گیس ماسک اتار دیا۔

ارے۔۔۔۔ شارق کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ یہ۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔ تو عورت ہے۔

گیس ماسک اتارے ہی اس کے بڑے بڑے بال ہوا میں لہرانے لگے تھے۔

اب آواز نکلی تو میں تمہیں نیچے پھینک دوں گا۔ عمران غرایا۔

نن۔۔۔ نہیں نکلے گی۔

دونوں مرد نکولس کو اٹھائے ہوئے چل رہے تھے عورت ان کے پیچھے تھی۔

اب بہت احتیاط سے نیچے اترو۔ عمران آہستہ سے بولا۔

درخت سے اتر کر انہوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ یہاں وہ بڑی آسانی سے اس طرح تعاقب جاری رکھ سکتے تھے کہ ان تینوں کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہوسکتا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمران کو اندازہ ہوگیا کہ ان کا رخ پہاڑوں کی طرف نہیں ہے تو پھر کہاں جا رہے ہیں۔ تعاقب جاری رہا۔ شارق اس معاملے میں بھی عمران کے توقعات پر پورا اترا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سچ مچ ہمیشہ جنگل ہی میں رہا ہو۔ اور کسی درندے کی طرح اپنے شکار کو دھوکے میں رکھ کر گھات لگانا اس کی فطرت میں داخل ہو۔

شائد ان تینوں کو تعاقب کا احساس تک نہ ہوسکا تھا۔ وہ اپنی دھن میں آگے بڑھے جا رہے تھے۔ پھر وہ ایک جگہ رک گئے۔ شاید وہ لوگ تھکن محسوس کرنے لگے تھے۔ جنہوں نے نکولس کو اٹھا رکھا تھا۔

نکولس کو زمین پر ڈال دیا گیا عورت ان سے کہہ رہی تھی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آخر یہ دنووں شکرالی جانور ہمارا تعاقب کیوں کر رہے ہیں۔ تم دونوں اس طرح آگے بڑھو جیسے تمہیں کسی چیز کی تلاش ہو۔ پھر چکر کاٹ کر ان کی پشت پر پہنچ جاو اور انہیں بے ہوش کردو۔

بہت بہتر مادام۔ ایک بولا۔ اور وہ دونوں پھر گیس ماسک چڑھانے لگے تھے۔

عمران نے ان کی گفتگو سن لی تھی اور آہستہ سے شارق کے کان میں کہا۔ انہیں علم ہو چکا ہے کہ ہم ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔

اور وہ بھی بتایا جو عورت نے ان دونوں سے کہا تھا۔

آنے دو۔ شارق بولا۔

یوں نہیں۔۔۔ تم اس طرف سے نصف دائرہ بناو۔ اور میں ادھر سے جاتا ہوں۔ تمہاری رفتار تیز ہونی چاہیئے۔

پھر ان دونوں نے انہیں ٹھیک اسی وقت جا لیا تھا۔ جب وہ بھی شائد انہی کی طرح نصف دائرے میں دوڑ لگانے کے لیے ایک دوسرے سے الگ ہو رہے تھے۔ انہیں آواز نکالنے کی مہلت بھی نہیں مل سکی۔ بری طرح دبوچ گئے تھے۔

مار نہ ڈالنا۔ عمران نے شارق سے کہا۔

مم۔۔۔ میں۔۔۔ نے شائد مار ڈالا۔ شارق آہستہ سے بولا۔

عمران کا شکار بھی بے حس و حرکت ہوگیا تھا۔ شارق اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ تم نے بھی تو مار ڈالا؟۔

یہ صرف بے ہوش ہے۔ اسی طرح جیسے تم بے ہوش ہوگئے تھے۔

مجھے بھی سکھا دو نا یہ طریقہ؟۔

اسی وقت۔

شارق کچھ نہ بولا۔ عمران اس کے شکار پر جھک پڑا تھا۔ آخر سر اٹھا کر مایوسی سے بولا۔ واقعی ختم ہو گیا۔

میں نے گردن ہی تو دبوچی تھی۔

اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ اب ذرا جلدی سے انہیں ہلکا کردو۔ ان کے سامان پر قبضہ کرلیں۔ یہ ہمارے کام بھی آسکتے ہے۔

گیس سلینڈر اور گیس ماسک اتار لیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک بے ہوش کرنے والی گیس کا سلنڈر تھا۔

اب آو۔۔۔ اس عورت سے نپٹیں۔ عمران آہستہ سے بولا۔

اس پر تو میں ہی چھلانگ لگاوں گا۔ شارق نے کہا۔

نہیں فرزند دلبند۔۔۔ وہ محض چھلانگ لگانے سے مر جائے گی۔

احتیاط برتوں گا۔

نہ اسے مار ڈالنا ہے اور نہ بے ہوش کرنا ہے۔ اس سے تو باتیں ہونگی اگر ایک بار بھی بے ہوش ہوگئی تو پھر ہوش میں نہ آئے گی۔

جیسی تمہاری مرضی۔

وہ بہت احتیاط سے اس طرف بڑھنے لگے جہاں عورت اور نکولس کو چھوڑا تھا۔۔۔۔ عورت نے انہیں دیکھا تو بوکھلا گئی۔ پھر ریوالوروں پر بھی نظر پڑی۔ یہ ریوالور انہوں نے اپنے شکاروں سے حاصل کئے تھے۔

عورت کے ہاتھ مشینی طور پر اوپر اٹھ گئے۔

نہیں۔۔۔ نہیں۔ میں تم لوگوں کی ہمدرد ہوں۔ وہ شکرالی میں کہہ رہی تھی۔ فائر مت کرنا۔

میں کوشش کررہی ہوں کہ تم سب دوبارہ آدمی بن جاو۔

تو تم وہی ہو۔ شارق غرایا۔ تم شکرالی بول سکتی ہو۔

کون ہوں۔۔۔۔ کون ہوں؟۔

وہی جو زیارت گاہ میں رحبان کے سردار کی بیوی بن کر گئی تھی۔

کیسا رحبان۔۔۔؟ کیسی زیارت گاہ۔۔۔؟ میں کچھ نہیں جانتی۔

یہ کون ہے؟۔ عمران نے بے ہوش نکولس کی طرف اشارہ کیا۔

یہ ہمارے ہی ساتھ تھا۔ لیکن ہماری زبان نہیں سمجھتا تھا۔

یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

یہی وہی عورت ہے۔ شارق پیر پٹخ کر دہاڑا۔

ہوگی۔ عمران نے لاپروائی سے کہا۔ خوبصورت تو ہے۔

یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟۔ شارق بھنا کر بولا۔

فرزند دلبند۔۔۔۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ اس لیے فی الحال اپنی زبان بند رکھو۔

میرے دونوں ساتھی کہاں ہیں؟۔ عورت نے پوچھا۔

ایک آسمانوں کی سیر کر رہا ہوگا۔ اور دوسرا صرف بے ہوش ہے۔

یعنی ایک مر گیا؟۔ عورت بوکھلا کر بولی۔

میرا یہ بھتیجا ایک خیرہ سر ہے۔ تمہارا وہ ساتھی اسی کے حصے میں آیا تھا۔ میں ذرا آہستہ ہاتھ جماتا ہوں۔

ہم تو تمہاری بھلائی چاہتے تھے۔

جانوروں کو برائی بھلائی سے کیا سروکار؟۔

ہم نے سنا تھا کہ شکرال میں یہ وبا پھیل رہی ہے۔ عورت نے کہا۔ لہذا ہم تمہاری مدد کرنا چاہتے تھے۔ تم نے اسے مار ڈالا۔

لگے ہاتھوں اس کا بھی اعتراف کر لو کہ تم وہی عورت ہو؟۔

ہاں میں وہی عورت ہوں۔

شارق اس کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ عمران جلدی سے بول پڑا۔ خبردار بھتیجے۔

شارق کے قدم رک گئے۔ اور وہ عمران کو قہر آلود نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں نے تو سنا تھا کہ شکرالی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتے؟۔ عورت کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔

خیرہ سروں کو کسی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ عمران نے کہا۔ لیکن میرا بھتیجا صرف میری ہی پرواہ کرتا ہے۔ میں نہ روک لیتا تو تم اپنا حشر دیکھ ہی لیتی۔

تم بہت اچھے ہو۔

اگر میری دم پر گلاب کا پودا بھی اگ آئے تو پھر کیسا لگوں گا؟۔

زندہ دل بھی ہو۔ عورت نے خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

نکولس کو ہوش آ رہا تھا۔ عمران خاموش ہو گیا۔ عورت بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

سنو عورت۔ ہم دونوں اس جھاڑی میں جا رہے ہیں۔ عمران آہستہ سے بولا۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ عورت جلدی سے بولی۔

کیوں؟۔ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

مجھے اس کے ساتھ تنہا نہ چھوڑو۔ پتہ نہیں یہ کون ہے۔ شکرالی تو نہیں معلوم ہوتا۔ بڑی عجیب بات ہے۔

نہیں۔ عجیب بات نہیں ہے۔ شکرالیوں کے لیے میں بڑی اپنائیت محسوس کرتی ہوں۔ آخر تمہاری زبان بول سکتی ہوں۔

اسی لیے زیارت گاہ میں۔۔۔ شارق کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ لیکن عورت ہاتھ اٹھا کر بولی۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں زیارت گاہ میں مجبور ہو گئی تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ رحبان والے حجروں سے نکلتے ہی نہیں تو میں نے بڑے عابد کا سہارا لینا چاہا۔ یقین کرو میں انہیں حجروں سے نکال کر دوبارہ آدمی بنانے کی کوشش کرتی۔

اچھی بات ہے۔ مان لیا کہ تم ہماری دوست ہو۔ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہاری موجودگی میں ہوش میں نہ آئے۔

تو مجھے ہٹا دو یہاں سے۔

بہت چالاک ہو۔

نہیں تم غلط سمجھے میں نہیں بھاگوں گی نہیں۔

تم۔۔۔ عمران نے شارق سے کہا۔ اسے وہیں لے جاو جہاں دونوں پڑے ہوئے ہیں لیکن اسے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرنے دینا۔

تم فکر نا کرو چچا۔

وہ ریوالور کو جنبش دیتا ہوا اسے وہاں سے ہٹا لے گیا۔

نکولس اٹھ گیا تھا اور اس طرح گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا جیسے سمجھ ہی میں نہ آ رہا ہو کہ اس پر کیا گذری تھی اور اب کہاں ہے۔

نکولس۔۔۔ نکولس۔۔۔ عمران اس کا شانہ ہلا ہلا کر آہستہ سے بولا۔

ہوش میں آو۔

اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ مجھے کیا ہو گیا تھا؟

کیا تم پوری طرح سن رہے ہو۔

ہاں میں سن رہا ہوں۔

وہ لوگ تمہیں پھر سے اٹھا لیجانا چاہتے تھے۔

کون لوگ

پہاڑ والے۔ دو مرد تھے اور ایک عورت۔

عورت۔ نکولس اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ہاں۔۔۔۔ ان میں سے ایک کو میرے ساتھی نے مار ڈالا اور دوسرا بے ہوش ہے۔ عورت کو میں نے یہاں سے ہٹا دیا۔ میں نے سوچا پہلے تمہیں کچھ سمجھا دوں۔

کیا سمجھاو گے؟۔

وہ مجھ سے شکرالی میں گفتگو کرتی رہی تھی۔ اس پر یہ نہ ظاہر ہونا چاہئے کہ مجھے انگریزی بھی آتی ہے۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ تم ہمارے ساتھ رہتے ضرور ہو۔ لیکن ہم تمہاری زبان نہیں سمجھ سکتے۔

میں سمجھ گیا۔ تم بہت ذہین جانور ہو دوست۔ اچھا اب مجھے وہاں لے چلو۔ وہی کتیا لیزا گوردو اور اس کے چند راز دار ساتھی ہوں گے۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ تم دونوں کی گفتگو سکون سے سن کر کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔ عمران نے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اسی سمت چل پڑا۔ جدھر شارق کو لے گیا تھا۔

بس خاموشی سے چلتے رہو۔ تم مطمئن رہو دوست۔

پھر وہ اس جگہ جا پہنچے تھے۔ شارق عورت کو کور کئے کھڑا تھا۔

آہا۔ لیزا ڈارلنگ۔۔۔۔۔ نکولس نے قہقہہ لگایا۔

اوہ۔ نکولس، میں تمہیں لینے آئی تھی۔ ان خبیثوں نے گھیر لیا۔

ضرور۔۔۔۔۔ ضرور۔۔۔۔۔ تم مجھے ضرور لینے آئی ہوگی۔ لیزا ڈارلنگ، ظاہر ہے کہ اب میں تمہیں مادام نہیں کہہ سکتا۔ جانور ہو گیا ہوں۔ آدمی تو ہوں نہیں کہ ڈسپلن کا خیال رکھوں گا۔ اب میں ہوں اور تم ہو اور یہ جنگل ہے۔ اگر میرے یہ دونوں دوست بھی حصہ لگانا چاہیں گے تو میں ان کے دل نہیں توڑوں گا۔

خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو میں مجبور تھی۔ مجھے ہیڈ کوارٹر سے حکم ملا تھا کہ تمہیں جانور بنا دوں۔ حکم میں نے مانا۔ لیکن پھر میرا دل نہیں مانا اور اب میں پھر تمہیں آدمی بنانا چاہتی ہوں۔ اسی لیے واپس لے جا رہی تھی۔

تعجب ہے۔ تم تو بہت پھرتیلی ہو ان کے قابو میں کیسے آ گئیں۔ کیا تمہارے بلاوز کے گریبان میں پستول نہیں۔ وہ تو تم ہر وقت رکھتی ہو۔

موجود ہے۔ لیکن یہ بھی بہت تیز ہیں۔ مجھے ابھی تک نکال لینے کا موقع نہیں مل سکا۔

نکولس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔

میرا دماغ خراب ہو جائیگا چچا۔ شارق بھرائی ہوئی آواز میں بولا اس بھورے کو روکو۔

تم اپنی آنکھیں بند کر لو فرزند دلبند۔۔۔۔ چچا دیکھ رہا ہے۔

یہ کیا کر رہے ہو نکولس؟۔ لیزا اچھلا کر چیخی لیکن اتنی دیر میں وہ اس کے گریبان سے اعشاریہ دو پانچ کا پستول نکال چکا تھا۔

تم سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔ وہ دانت پیس کر بولی۔

جانور نہ عقلمند ہوتے ہیں اور نہ احمق۔ بس جانور ہوتے ہیں۔ نکولس نے قہقہہ لگایا۔ اب تم آنکھیں کھول سکتے ہو فرزند۔ عمران نے شارق سے کہا۔

میں نے بند کب کی تھیں۔۔۔۔ یہ کتیا تفنگچہ بھی رکھتی تھی۔

ادھر نکولس لیزا سے کہہ رہا تھا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کہاں سے آئی ہو۔ میرے غائب ہو جانے پر تم نے اپنے رازداروں کے علاوہ دوسروں کو یہی بتایا ہوگا کہ مجھے ہیڈ کوارٹر واپس بھیج دیا گیا۔ اس پر وہ بے چارہ احمق بے چین ہو گیا ہوگا۔

کون؟۔ میں نہیں سمجھی؟۔

میں جیری اسٹاوٹن کی بات کر رہا تھا۔

میں اب بھی نہیں سمجھی۔ جیری اسٹاوٹن کا کیا معاملہ ہے؟۔

اتنا ہی کافی ہے کہ میں سمجھتا ہوں۔

صاف صاف کہو؟۔

تم نے میرے سامان کی تلاشی ضرور لی ہوگی۔ نکولس ہنس کر بولا۔

دفعتاً عمران نے شارق سے کہا۔ جومرا نہیں شائد ہوش میں ہے۔۔۔۔ تم اسے سنبھالو۔۔۔۔

لیزا ابھی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ شارق جھپٹ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔

یہ اسے بھی مار ڈالیں گے۔ لیزا نے مضطربانہ انداز میں نکولس سے کہا۔

مجھے بیحد خوشی ہوگی۔ تم سب اسی قابل ہو۔

اگر ہم مر گئے تو تمہیں آدمی کون بنائے گا۔

میں اب آدمی نہیں بننا چاہتا۔ اسی حال میں بہت خوش ہوں۔

کوئی شکرالی تمہیں گولی کا نشانہ بنا دے گا۔

اس سے مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن ہوگا۔ ویسے ہم جانوروں میں بڑا بھائی چارا ہے۔ حالانکہ یہ میری زبان بھی نہیں سمجھتے۔

تم پچھتاوگے۔ اس وقت پستول ہے تمہارے ہاتھ میں چاہو تو دوستی ہی کی آڑ میں انہیں نشانہ بنا سکتے ہو۔ ضرور۔۔۔۔۔۔۔۔ضرور۔۔۔ ان کے ساتھ میں ضرور یہ برتاو کروں گا۔ جنہوں نے مجھے سہارا دیا ہے۔

تم جانو۔۔۔ تمہارے دوبارہ آدمی بننے کا انحصار صرف مجھ پر ہے۔ یہاں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔

مجھ ذرہ برابر بھی اس کی فکر نہیں ہے کہ میں دوبارہ آدمی بن سکوں گا یا نہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ جب تمہیں میرے سامان میں سے سرٹامس گرے کی نوٹ بک نہ ملی ہوگی تو تم نے مجھے ۔۔۔۔؟

بس ختم کرو۔۔۔ وہ ہاتھ اٹھا کر گھگھیائی۔ میں اس معاملے میں بھی تمہاری مدد کروں گی۔

احمق عورت۔۔۔ اب اس حال میں مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اب وہ میرے کس کام آئیں گے۔ اب مجھے کس مستقبل کی فکر ہوگی۔ کس سوسائٹی میں بھرم رکھنے کی لگن ہوگی۔ آج کی دنیا میں جانور ہونا ہی زیادہ سودمند ہے۔

بیہوش آدمی پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا۔ اور اس کے چہرے پر خوف کے سائے منڈلا رہے تھے۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا۔ جیسے ہذیانی انداز میں چیخنا شروع کر دیگا اور چیختے چیختے پھر بے ہوش ہو جائیگا۔

ٹھیک اسی وقت جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور مزید دو عدد سیاہ جانور ان میں آ ملے۔

آہا۔۔۔ واہ۔۔۔ ان میں سے ایک دہاڑا۔ یہ تو وہی کتیا ہے۔

عمران نے آواز پہچان لی تھی۔ یہ شہباز کو ہی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

مجھے معلوم ہے۔۔۔ تم فی الحال خاموش رہو۔ عمران بول پڑا۔

لیکن۔۔۔ وہ دوسرا کون ہے؟۔

میرا بھتیجا۔

اور یہ بھورا؟۔

شاید اسی عورت کی نسل سے تعلق رکھتا ہے۔ دو دن سے میرے ساتھ تھا۔ دونوں دیر سے گفتگو کر رہے ہیں۔

تو گویا یہ لوگ اپنی نسل کے آدمیوں کو بھی جانور بنا رہے ہیں۔ طربدار بولا۔

فضول باتیں نہ کرو۔ تمہاری مادائیں کہاں ہیں؟۔

تمہی نے انہیں ہمارے پیچھے لگایا تھا۔ شہباز بولا۔ میں پوچھ رہا ہوں وہ کہاں ہیں؟۔

لیزا اور نکولس خاموش ہو کر نئے آنے والوں کو دیکھنے لگے تھے۔

ہم نے ان سے پیچھا چھڑا لیا ہے۔ طربدار بولا۔ وہ کتیاں ہمیں اپنی زبان سکھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

تو کیا تم نے انہیں مار ڈالا؟۔ عمران نے بوکھلا کر کہا۔

نہیں۔۔۔ البتہ اتنے ونچے درخت پر چڑھا آئے ہیں کہ زندگی بھر نیچے نہیں اتر سکیں گی۔ شہباز نے کہا۔

تم لوگ آخر میری بات کیوں نہیں سنتے۔ لیزا نے انہیں شکرالی میں مخاطب کیا۔

بس خاموش رہو۔ عمران غرایا۔

کیا کہنا چاہتی ہو۔ شہباز بولا۔ اگر عورت نہ ہوتیں تو تمہاری ٹانگیں چیر کر پھینک دیتا۔ آخر تم زیارت گاہ میں کیوں گئی تھیں اور شہداد کی بیوی۔۔۔

میں اسے سب کچھ بتا چکی ہوں۔ لیکن اسے یقین نہیں آتا۔۔۔ تم بھی سن لو۔

پھر اس نے وہی سب کچھ دہرایا جو اسی سلسلے میں عمران سے کہہ چکی تھی۔ شہباز نے عمران کی طرف دیکھا۔

میرے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ عمران بولا۔

فیصلے کی کیا بات ہے؟۔ لیزا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہارے ساتھ وہاں جاؤں گا۔ جہاں تم اس بھورے کو لے جانا چاہتی تھیں۔ یہ یہیں رہے گا۔ میرے علاوہ اور کوئی تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔

ٹھیک ہے۔۔۔ میں تیار ہوں۔

تمہارا وہ آدمی بھی ساتھ نہیں جائیں گا جو بچ گیا ہے۔ وہ بطور یرغمال میرے ساتھیوں کے پاس رہے گا۔

مجھے یہ بھی مظور ہے۔

تم تنہا کہیں نہیں جا سکتے۔ شہباز بولا۔

میرے کاموں میں دخل نہ دو۔

تم بہت چالاک اور ذہین معلوم ہوتے ہو۔ لیزا اٹھلائی۔ تمہیں آدمی بنا کر دیکھوں گی کہ کیسے لگتے ہو؟۔ تمہیں عورتوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے اس کی باتوں میں ہرگز نہ آنا۔ شہباز بولا۔

لیکن میں اب عورت کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد کسی اونچے درخت پر چڑھ کر بھاگ نکلنا۔ شارق نے ہانک لگائی۔

یہ کیسا بھتیجا ہے؟۔ شہباز نے غصیلے لہجے میں کہا۔

جیسا بھی ہے بھگتوں گا۔ تم پرواہ نہ کرو۔۔۔

طربدار شارق کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ شارق نے اسے گھور کر دیکھا۔

تمہاری آواز کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے۔ طربدار نے آہستہ سے کہا۔

اپنا کام کرو۔۔ چچا کے علاوہ اور کسی کو نہ معلوم ہونا چاہئے کہ میں کون ہوں؟۔

ادھر نکلس اور لیزا کے درمیان پھر چھڑ گئی تھی۔ وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

تمہارے گریبان میں ٹرانسمیٹر بھی موجود ہے۔ ابھی تک اسے استعمال کرنے کا خیال نہیں آیا تمہیں۔

میں تمہیں آگاہ کرتی ہوں کہ اسے ہاتھ لگانے کی جرات نہ کرنا۔

ہونہہ۔۔۔ یہاں تم میرا کیا بگاڑ سکو گی؟۔

مجھے اتنا حقیر بھی نہ سمجھو۔۔۔ اگر میں نکل جانا چاہوں تو کیا یہ مجھے روک سکیں گے؟۔

عمران چونکنا ہو گیا۔

کیا کرو گی تم۔۔۔؟

تمہیں بتاؤں گی۔۔۔ وہ حقارت سے بولی۔ تم جو میرے دشمن ہو رہے ہو۔

دشمنی کی ابتدا تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔

خاموش رہو۔ میں تم جیسوں کو منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔

یہ نہ بھولو کہ اب ہم پانچ ہو گئے ہیں۔ نکلس ہنس کر بولا۔ ساتھ ہی اس نے بایاں ہاتھ لیزا کے گریبان کی طرف بڑھایا تھا۔

اس طرح لیزا کو موقع مل گیا وہ اس کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیتی۔ ساتھ ہی اس کی

ایک ٹانگ بھی چلی تھی۔

پھر پستول لیزا کے ہاتھ میں تھا اور نکلس زمین پر۔

خبردار۔۔۔۔ کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے۔ وہ انہیں للکارنے لگی۔

ہم مر جائیں گے لیکن تم پر ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ کیونکہ عورت ہو اور ہم جانور ہونے کے بعد بھی شکرالی ہیں۔۔۔۔ بھتیجے خبردار خود کو قابو میں رکھنا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ نکلس زمین پر پڑا لیزا کو گھورے جا رہا تھا۔

پھر اس نے عمرن کی طرف دیکھا جو اپنا ریوالور تھیلے میں ڈال چکا تھا۔

بھتیجے۔ عمران پھر بولا۔ تم اپنے قیدی کو یہاں سے ہٹا لے جاو۔

نہیں۔ لیزا نے پستول کا رخ شارق کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ یہیں ٹھہرو۔

کیا خیال ہے چچا۔۔۔ اسے سبق دے دوں؟۔ شارق نے عمران سے پوچھا۔

نہیں فرزند دلبند۔۔۔ یہ ہماری ہمدرد ہے۔

تو تمہیں میری بات پر یقین آ گیا؟۔

بالکل۔۔۔۔ اور اس بات پر سخت افسوس ہے کہ تمہارا ایک آدمی محض غلط فہمی کی بنا پر مار ڈالا گیا۔

یہ بہت اچھا ہوا کہ تم بہت جلد سمجھ گئے۔

یہ جھوٹی ہے۔ شہباز دہاڑا۔ میں فرنگیوں پر اعتماد نہیں کر سکتا۔

ان پر تو کرنا پڑے گا۔ عمران سر ہلا کر بولا۔ یہ فرنگی بھی عجیب ہوتے ہیں ان کی ایک ٹولی تو لوگوں پر گولیاں برساتی ہے۔ اور دوسری ٹولی۔۔۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی پھرتی ہے، ان کا نشان، ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی دو سرخ لکیریں ہوتی ہیں۔

ہاں۔۔۔ ریڈ کراس۔ لیزا جلدی سے بول پڑی۔ ہمارا تعلق ریڈ کراس سے ہے۔ ہم دکھی دنیا کے زخموں پر مرہم رکھتے ہیں۔ ہم تمہیں دوبارہ آدمی بنا دیں گے۔ پہلے ہم تمہارے اس مرض کا سبب دریافت کریں گے پھر علاج کریں گے۔

یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ عمران زور سے بولا۔ بھتیجے تفنگچہ تھیلے میں ڈال دو۔ شارق نے فوراً ہی تعمیل کی تھی۔ اور لیزا کا ساتھی لیزا کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیزا نے اس سے کہا۔ میں انہیں بیوقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔

کاش۔۔۔ کاش۔۔۔ یہ انگلش سمجھ سکتے۔ نکولس کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

اب تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ کر دیا جائے گا۔ لیزا غرائی۔

مجھے اب زندگی سے بھی پیار نہیں رہا۔

تم کیا کر رہی ہو۔ ادھر آؤ میرے ساتھ۔ عمران لیزا کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ میں علیحدگی میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

ضرور۔۔۔ ضرور۔۔۔ لیکن اپنے ساتھیوں سے کہہ دو کہ اس بھورے کو میرے آدمی کے

قریب نہ جانے دیں۔

وہ سن رہے ہیں، ایسا ہی ہوگا۔

وہ عمران کو حیرت سے دیکھتے رہے جو لیزا ہاتھ پکڑے ایک جانب چلا جا رہا تھا۔

واہ رے چچا۔۔۔۔ شارق آہستہ سے بولا۔

بتاؤ تم کون ہو۔۔۔؟ طربدار نے نرم لہجے میں پوچھا۔

چچا کا بھتیجا۔ شارق نے جواب دیا۔

ٹھیک اسی وقت شہباز نے اونچی آواز میں طربدار سے کہا۔ اس سے مت الجھو اگر وہ نہیں بتانا چاہتا۔

اتنے میں نکولس اٹھ کر لیزا کے ساتھی کے قریب پہنچا تھا۔

ٹونی۔۔۔ وہ آہستہ سے بولا۔

اور لیزا کا ساتھی اچھل پڑا۔

تت۔۔۔ تم میرا نام کیا جانو؟۔

اس کا مطلب ہوا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟۔

نہیں۔۔۔ میں کیا جانوں؟۔

میں نکولس ہوں۔۔۔ وائرلس آپریٹر۔

خدا کی پناہ۔۔۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟۔

ہم سب اسی طرح دھوکے میں رہ کر آہستہ آہستہ جانور بن جائیں گے۔

آخر کیوں، مجھ سے تو کہا گیا تھا۔۔۔۔؟

کچھ بھی کہا گیا ہو۔۔۔ لیکن تم مجھے دیکھ ہی رہے ہو؟۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا۔۔۔۔؟

نہ آرہا ہو۔۔۔۔ لیکن کیا تم جانور بننا پسند کرو گے؟۔

ہرگز نہیں۔

کیا تمہیں علم ہے کہ آدمی جانور کیوں بنائے جارہے ہیں؟۔

ہمیں یہ نہیں بتایا گیا۔

میرا جرم یہی ہے کہ میں نے مقصد دریافت کیا تھا۔

یہ تو سراسر ظلم ہے۔

کیا تم ظالموں کا ساتھ دینا پسند کرو گے؟۔

اس حد تک ہرگز نہیں کہ اپنوں کے ساتھ بھی یہی روا رکھا جائے۔

میں نے اسی پر احتجاج کیا تھا کہ انہوں نے دو سفید فام لڑکیوں کو بھی جانور بنا دیا ہے اور وہ اسی جنگل میں موجود ہیں۔

لیکن ہماری تو ساری لڑکیاں موجود ہیں؟۔

یہ کہیں اور سے لائی گئی تھیں۔ لیکن ہیں سفید فام ہی۔

ٹونی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سوال کیا۔ تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیئے؟۔

سب کچھ تباہ کر دو۔ لیکن۔۔۔ میں۔۔۔ کس طرح؟۔

میرے بارے میں سب کو بتا دو۔ لیزا نے غالبا یہ افواہ پھیلائی ہے۔ مجھے ہیڈکوارٹر میں طلب کر لیا گیا ہے۔

ہاں اس نے سب کو یہی بتایا ہے۔

یہاں کیا کہہ کر لائی تھی؟۔

کہنے لگی ایک جانور بھورا ہو گیا ہے حالانکہ اسے بھی سیاہ ہونا چاہیئے تھا۔ اسے لیبارٹری میں لا کر سبب دریافت کرنا ہے۔

اور اب تم ہی سمجھ گئے ہو گے کہ جانور بھورا کیوں ہو گیا ہے؟۔

خوب اچھی طرح۔ ٹونی غصیلے لہجے میں بولا۔ اس کتیا لیزا کی وجہ سے گیسپر مفت میں مارا گیا۔

مارا گیا۔۔۔؟ تت۔۔۔ تو کیا وہ مر گیا ہے؟۔ نکولس اوندھے پڑے ہوئے آدمی کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

ہاں جس کالے جانور نے اسے دبوچا تھا اسی نے مار ڈالا۔

یہ خوفناک لوگ ہیں ٹونی۔۔۔ لیکن انہوں نے میرے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا ہے۔

آخر کیوں؟۔ جبکہ تم ان کی زبان بھی نہیں سمجھتے؟۔

یہ میں نہیں جانتا۔

تین کالے جانور خاموش تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی ان کی آپس کی گفتگو میں دخل اندازی نہیں کی تھی۔

نکولس ٹونی سے کہہ رہا تھا۔ لیزا کو ابھی یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ میں تم سے کسی قسم کی گفتگو کر چکا ہوں؟۔

سوال ہی نہیں پیدا ہوتا نکولس۔۔۔ اب تو اس روگ کو سینے میں پالنا پڑے گا جب تک کہ کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ آ جائے۔

تم س راہ سے واقف ہی ہو گے جو تمہیں اوپر سے یہاں تک لے آئی ہے؟۔

تہہ خانے کے پانچویں پوائنٹ کی حد تک لفٹ سے باہر نکلتے ہی ہماری آنکھوں پر چمڑے کے تسمے چڑھا دیئے جاتے ہیں اور پھر ہماری آنکھ جنگل کے قریب ہی کھلتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ لیزا کے علاوہ اور کوئی بھی راستے کی نشاندہی نہیں کر سکتا۔ خیر۔۔۔ دیکھا جائے گا۔ نکولس اس کے قریب سے ہٹتا ہوا بولا۔ وہ پھر وہیں چلا آیا تھا جہاں لیزا اسے چھوڑ کر گئی تھی۔

ٹونی گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود کو بھی ان جانوروں سے الگ نہ سمجھتا ہو۔

تھوڑی دیر بعد انہوں نے عمران کا قہقہہ سنا تھا۔ لیزا اونچی آواز میں کچھ کہہ رہی تھی۔

پھر وہ جھاڑیوں سے برآمد ہوئے تھے۔ لیزا کہہ رہی تھی۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ شکرال

میں اتنے ذہین افراد بھی بستے ہیں۔

جانور بننے سے پہلے کبھی کسی نے میری ذہانت کی تعریف نہیں کی۔ عمران بولا۔

لیزا کچھ کہے بغیر ٹونی کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس سے قبل اس نے نکولس کو غور سے دیکھا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ ٹونی سے کچھ کہتی رہی اور وہ تفہیمی انداز میں سر ہلاتا رہا۔ اس کے چہرے سے قطعی طور پر مترشح نہیں ہوتا تھا کہ کچھ دیر قبل وہ نکولس سے کس قسم کی گفتگو کر چکا ہے۔

ادھر عمران اتنی اونچی آواز میں اپنے ساتھیوں سے گفتگو کر رہا تھا کہ لیزا بھی سن سکے۔

واقعی۔۔۔ وہ اسی ادارے سے تعلق رکھتی ہے جو ساری دنیا میں دکھی انسانیت کی خدمت کر رہا ہے۔ یہاں پر اپنے آدمیوں کے ساتھ دوا سازی کے لیے جڑی بوٹیاں تلاش کر رہی ہے۔

میں مطمئن نہیں ہوں۔ شہباز غرایا۔

تم کوئی بھی ہو۔ چچا سے ایسے لہجے میں گفتگو نہیں کر سکتے۔ شارق بول پڑا۔

بھتیجے رب عظیم کے لیے تم خاموش رہو۔

یہ آخر کون ہے؟۔ شہباز نے سرد لہجے میں پوچھا۔

لیکن عمران اس کے سوال کا جواب دیئے بغیر کہتا رہا۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو گے میں بھورے کے ساتھ جاوں گا۔

کہاں جاوگے؟۔

اس عورت کے ساتھ۔۔۔ یہ بھورے پر اپنی دوائیں آزمائے گی۔ اگر کامیابی ہو گئی تو پھر ہم

سب دوبارہ آدمی بن سکیں گے۔ میں پوچھ رہا ہوں اس کے ساتھ کہاں جاؤ گے؟۔

پہاڑ کے آس پاس کہیں ڈیرہ ڈال رکھا ہے ان لوگوں نے۔

اس کے آدمیوں پر اس بیماری کا حملہ کیوں نہیں ہوا؟۔

علیحدگی میں اس نے مجھے بتایا ہے کہ یہ بھورا جانور اسی کے ساتھیوں میں سے ایک ہے۔ وہ اسے یہاں سے لے جانے ہی کے لیے آئی تھی۔ جس طرح ہم اپنے آدمیوں سے سامنے کرنے سے کترا رہے ہیں۔ اسی لیے یہ بھورا بھی اپنے آدمیوں میں نہیں جانا چاہتا۔ مرنے مارنے پر آمادہ ہے۔

تم جانو۔۔۔ میں مطمئن نہیں ہوں۔ شہباز کسی قدر ڈھیلے لہجے میں بولا۔

عمران نکلس کے قریب آ بیٹھا اور اشاروں سے اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ اسے لیزا کے ساتھ جانا چاہیئے اور وہ خود بھی اس کے ساتھ چل رہا ہے۔

لیزا ان دونوں کی طرف متوجہ ہوگئی ورنکلس عمران کے اشاروں کے جواب میں زور زور سے سر ہلا کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر رہا تھا۔

وہ نہیں جائے گا۔ لیزا ان کے قریب پہنچ کر مایوسی سے بولی۔

نہیں جائیں گا تو زبردستی لے جاوں گا۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

مشکل تو یہ ہے کہ یہ ہماری زبان نہیں سمجھتا۔ کیا اپنے تمام ساتھیوں میں صرف تم شکرالی سمجھ سکتی ہو؟۔

میرے لیے بھی یہی سب سے بڑی دشواری ہے ورنہ یہ ہماری گفتگوسن کر راہ راست پر آ جاتا۔ اب اگر میں انگلش میں اسے کچھ سمجھانا چاہوں گی تو یہ اعتبار نہیں کرے گا۔ تم نے دیکھا ہی ہے کہ اس نے میرے گریبان سے پستول نکال کر مجھے مار ڈالنا چاہا تھا۔

پھر بتاو کیا کریں؟۔ عمران جھلا کر بولا۔

زبردستی لے چلو۔

یہی تو کہا تھا میں نے۔ عمران نے کہا اور نکلس پر جھپٹ پڑا۔ پھر آن واحد میں اس نے اسے اٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ نکلس رہائی کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ اس سے کہو چپ چاپ پڑا رہے۔ عمران نے لیزا سے کہا۔ اگر طاقت دکھائے گا تو ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا۔

تم واقعی بہت طاقت ور معلوم ہوتے ہو۔

اس سے کہو۔

لیزا نے انگلش میں عمران کے الفاظ دہرائے۔ اور ادھر عمران نے نکلس کو بائیں ہاتھ سے جکڑے ہوئے داہنے ہاتھ سے کنپٹی پر دباو ڈالا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں نکلس بے حس وحرکت ہوگیا۔

بس اب چل دینا چاہیئے۔ اس نے لیزا سے کہا اور تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے چل پڑے تھے۔۔۔ اور وہ تینوں خاموش کھڑے خلا میں گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے قطعی طور پر خالی الذہن ہوگئے ہوں۔ پھر شہباز چونکا تھا۔ اور دونوں کو باری باری دیکھتا ہوا بولا تھا۔

یہ نہیں ہوسکتا۔

کیا نہیں ہوسکتا؟۔ طربدار نے سوال کیا۔

تعاقب کریں گے۔ شاراشیکی۔

واہ۔۔۔ شارق اچھل پڑا۔ بڑی اچھی تدبیر سوجھی ہے تمہیں۔

شاراشیکی کا مطلب تھا درخت بن کر دشمن کا پیچھا کرنا۔ انہوں نے جلدی جلدی درختوں سے شاخیں کاٹی تھیں اور انہیں اس طرح اپنے جسموں پر باندھا تھا کہ انہیں میں چھپ کر رہ گئے تھے۔

اس کے بعد شہباز نے ان سے آگے بڑھنے کو کہا تھا اور وہ اسی سمت چل پڑے تھے۔ جدھر لیزا عمران وغیرہ کو لے گئی تھی۔

بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے تین ایسے درخت حرکت میں آ گئے ہوں۔ جن کے تنوں کے نچلے حصے بھی پتیوں سے ڈھکے ہوئے ہوں۔

☆

عمران نکولس کو کاندھے پر اٹھائے چل رہا تھا۔ اسی دوران میں اسے ہوش بھی آ گیا تھا اور اس نے ادھر ادھر دیکھ کر سرگوشی کی تھی۔

تم غلطی کر رہے ہو۔

فکر مت کرو۔ اور اسی طرح پڑے رہو جیسے ابھی بے ہوش ہی ہو۔

لیزا مطمئن تھی کہ نکولس شکرالی جانور کو حقیقت حال سے آگاہ نہ کر سکے گا۔ اس لیے اس نے ان سے قریب رہنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ کبھی کبھی وہ مڑ کر عمران کو تیز چلنے کو کہتی ور پھر آگے بڑھ جاتی۔ وہ سب سے آگے تھی۔ ٹونی اس کے پیچھے تھا اور عمران زیادہ تیزی نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ نکولس کا وزن اس کے تیز چلنے میں مانع ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ چاہتا تو ان دونوں پر سبقت لے جاتا۔

ایک جگہ رک کر عمران ہی سے آ ملی۔ ٹونی اپنی دھن میں چلتا رہا تھا۔ اس تبدیلی کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لہذا اب وہ سب سے آگے چل رہا تھا۔

تم نے اسے کس طرح بے ہوش کیا تھا کہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا؟۔

میں نے اسے سسرال سنگھا دی تھی۔

سسرال کیا چیز ہے؟۔

ہوتی ہے ایک بوٹی۔

کیسی ہوتی ہے؟۔ مجھے پہچان بتاؤ؟۔

اس میں سالوں اور سالیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

سالوں اور سالیوں کیا چیز ہے؟۔

سسرال کی شاخیں۔۔۔۔ ان شاخوں سے بھی مزید شاخیں پھوٹتی ہیں۔ ساڑھو۔۔۔۔ سلج۔۔۔۔ اوکر کا چوکر۔۔۔ اور۔۔۔۔ چوکر کا پیشکار وغیرہ وغیرہ۔

میں کچھ نہیں سمجھی؟۔

یوں نہیں سمجھو گی۔ اگر کہیں دکھائی دے گئی تو پہچان کرا دوں گا۔

تم کبھی شکرال سے باہر بھی گئے ہو؟ نہیں۔۔۔۔ شکرال ہی میں رہا ہوں۔

شکرالی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں سمجھ سکتے؟۔

نہیں۔

تو اس بھورے کی وجہ سے تمہیں بہت پریشانی ہوئی ہو گی؟۔

اس کے علاوہ اور کوئی پریشانی نہیں ہوئی کہ ہماری ساری تیمال پی گیا۔

تمہارا بھتیجا بہت خونخوار معلوم ہوتا ہے۔ میرے ایک آدمی کو مار ہی ڈالا۔

ناتجربہ کار ہے۔ نہیں چاہتا کہ صرف بے ہوش کرنے کے لیے گردن پر کتنا دباؤ ڈالنا چاہئے۔

دفعتاً لیزا نے ٹونی کو آواز دی۔ اور وہ چلتے چلتے رک گیا۔ قریب پہنچ کر لیزا بولی۔ کیا اس سے میری عدم موجودگی میں تم نے کوئی گفتگو کی تھی؟۔ اشارہ نکولس کی طرف تھا۔

نہیں مادام۔ مجھے ہوش ہی کہاں تھا۔ یہ تجربہ بھی زندگی بھر یاد رہے گا اور اب یہ منحوس سیاہ فام اس طرح چلا آ رہا ہے جیسے آپ کا پشتینی غلام ہو۔

لیزا کچھ نہ بولی۔ وہ خاموشی سے چلتے رہے۔

کیا تمہارے ساتھی مطمئن ہو گئے تھے؟۔ لیزا نے تھوڑی دیر بعد عمران سے شکرالی میں پوچھا۔

مطمئن نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر تم شکرال سے باہر نہیں گئے تو تمہیں صلیب احمر کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟۔

مجھے ایک بوڑھے آدمی نے بتایا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس میں عورتیں زیادہ کام کرتی ہیں۔ بہرحال میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ اس جنگل میں قدم مت رکھنا۔

کیوں۔۔۔؟

اگر تم جیسی خوبصورت خاتون کو بھی یہ مرض لاحق ہو گیا تو مجھ گہرا صدمہ پہنچے گا۔

شکریہ۔ وہ ہنس پڑی۔

میں دوسرے شکرالیوں کی طرح تنگ نظر نہیں ہوں کہ غیر شکرالی کو خاطر ہی میں نہ لاؤں۔ میں نے بھی یہی محسوس کیا ہے۔

میں بھی بہت خوبصورت تھا۔ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

اچھا۔۔۔؟ کاش میں تمہیں دوبارہ صحت مند بنا سکوں۔

صحت مند تو میں اب بھی ہوں لیکن۔۔۔۔۔۔

پرواہ مت کرو۔۔۔۔۔۔ یہ بال باقی نہ رہیں گے۔

مسلسل تین گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں سے پہاڑ کی سمت جنگل کا گھنا پن بتدریج کم ہونے لگا۔ اب نکولس بھی اپنے ہی پیروں سے چل رہا تھا۔ اور اس کا ہاتھ عمران کے ہاتھ میں تھا۔

کیا اب تم مجھے مار ڈالو گی لیزا؟۔ دفعتاً اس نے سوال کیا۔

اگر تم نے جیری اسٹاوٹن کی نوٹ بک میرے حوالے نہ کی تو یہی ہوگا۔

یہ ممکن ہے۔ لیکن اس صورت میں جب میں دوبارہ آدمی بن جاوں۔

میں نہیں جانتی کہ تم دوبارہ آدمی کس طرح بن سکو گے۔ ایسی کوئی چیز میرے سپرد نہیں کی گئی جو تمہیں آدمی بنا سکے۔

مجھے حیرت ہے کہ یہ شکرالی جانور تمہارے ساتھ کیوں جا رہا ہے؟۔

اس پر اور زیادہ حیرت ہوگی اگر میں تمہیں بتا دوں کہ یہ لوگ مجھے اس عورت کی حیثیت سے پہچان چکے ہیں جس نے زیارت گاہ میں رحبان کے سردار کی نمائندگی کرنے کی کوشش کی تھی۔

گر ایسا ہے تو یہ بالکل احمق ہے۔

ہم نے احمقوں ہی سے تو ابتدا کی ہے۔ اب عقلمندوں پر بھی ہاتھ صاف کریں گے۔

خدا تمہیں غارت کرے۔

لیزا نے زہریلہ سا قہقہہ لگایا۔

کیا کہہ رہا تھا؟۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

کہہ رہا ہے مجھ سے شادی کر لو۔ لیزا آہستہ ہوئی بولی۔

آئینہ دکھاوا سے؟۔

میں اس کا دل نہیں توڑنا چاہتی۔

ہائیں۔۔۔ تو کیا اس سے شادی کرو گی؟۔

فوری طور پر فیصلہ نہیں کر سکتی۔۔۔ سوچوں گی۔

تو پھر میں کیا برا ہوں؟۔

اسی لیے تو کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہی ہوں۔

یعنی میرے بارے میں بھی سوچ رہی ہو؟۔ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔

ہاں۔۔۔ کیا تم نے کچھ دیر پہلے نہیں کیا تھا کہ تم دوسرے شکرالیوں کی طرح تنگ نظر نہیں ہو؟۔

کہا تو تھا؟۔

بس تو پھر میں تمہارے بارے میں بھی سوچ رہی ہوں۔

کیا میں اس نالائق بھورے کی گردن توڑ دوں؟۔

ابھی نہیں۔۔۔ پہلے تم دونوں کو آدمی بنانے کی کوشش کی جائے گی۔ تمہاری شکل بھی تو دیکھنی ہے۔

انسانی شکل میں بالکل احمق لگتا ہوں۔ عمران نے مایوسی سے کہا۔

اس کے باوجود بھی میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ اگر آدمی نہ بن سکے تب بھی تمہیں خود سے جدا نہیں ہونے دوں گی۔ ویسے بھی اس شکل میں تمہیں تمہاری بیوی تو قبول کرنے سے رہی۔

ابھی تو میری شادی ہی نہیں ہوئی۔

یہ تو بڑی اچھی خبر سنائی تم نے۔

اچھی خبروں کا ذخیرہ ہے میرے پاس۔

کہیں تمہارے ساتھی بھی نہ چل پڑے ہوں؟۔

ناممکن۔۔۔ وہ میرا حکم مانیں گے۔ بحیثیت جانور انہوں نے مجھے اپنا سربراہ تسلیم کر لیا ہے۔

تب تو مجھے خوش ہونا چاہیئے کہ میں ایک سربراہ کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔

عمران کچھ نہ بولا۔ شام ہوتے ہوتے وہ منحوس پہاڑ کے قریب پہنچ سکے تھے۔ انتہائی خطرناک ڈھلانوں والا پہاڑ تھا۔

تم یہاں کیا کرنے آئی ہو؟۔ عمران بولا۔ یہ تو منحوس پہاڑ ہے؟۔

ابھی معلوم ہو جائے گا۔ لیزا آہستہ سے بولی۔

نکولس نے اب پھر شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہاں سے آگے بڑھنا ہی نہ چاہتا ہو۔

تمہیں پھر تکلیف کرنی پڑے گی۔ لیزا نے عمران سے کہا۔ اسے اٹھا کر لے چلو۔

بہت اچھا۔۔۔۔ ابھی لو۔ عمران نے کہا اور نکولس پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن اس بار بے ہوش کئے بغیر ہی اسے اٹھا لیا تھا۔ اسی طرح اسے پہاڑ کے دامن تک لے آیا۔ پھر مڑ کر لیزا سے پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے دفعتاً لیزا خود اس پر جھپٹ پڑی۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جسے اس نے اس کی ناک پر جما دیا تھا۔

نکولس اس کے شانے سے پھسل گیا۔ سارے جسم میں اینٹھن سی ہوئی تھی اور سر چکرا گیا۔

لیزا کا یہ حملہ اچانک اور غیر متوقع تھا سنبھلنے تک کا موقع نہ مل سکا۔ سر چکراتے ہی ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ گئے تھے۔

☆

دوبارہ ہوش آیا تو تاریکی پھیل چکی تھی۔ لیکن وہ اپنے قریب ہی سرگوشیاں سی سن رہا تھا۔ پھر یہ سرگوشیاں واضح ہوتے ہوتے باقاعدہ آوازیں بن گئیں۔ کئی لوگ شکرالی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ ذہن کسی قدر اور صاف ہوا تو اس نے آوازیں بھی پہچانیں۔ شہباز اور شارق کی آوازیں تھیں۔ شارق کہہ رہا تھا۔

میں نے صاف دیکھا تھا۔ وہ اوپر چڑھ کر غائب ہو گئے تھے اور چچا کو بھی گرتے دیکھا تھا۔

مت بکواس کرو۔ شہباز غرایا۔ ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا تھا۔

تمہارے پاس چچا کی آنکھیں نہیں تھیں۔ یہ دیکھو۔ میں نے یہ دوربین چچا کے تھیلے سے نکال لی تھی۔ جب وہ وہاں سے رخصت ہوئے تھے۔

عمران خاموش پڑا رہا۔ شارق کہہ رہا تھا۔ صبح ہونے دو۔ میں تم لوگوں کو وہ جگہ دکھا دوں گا جہاں میں نے انہیں غائب ہوتے دیکھا تھا۔

چچا کو ہوش میں لاو۔ طربدار بولا۔

اس معاملے میں ناتجربہ کار ہوں۔ ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔ اٹھارہ سال کا ہوں۔

چچا نے پہلے کبھی کسی بھتیجے کا ذکر نہیں کیا؟۔

پہلے ہی عشرے میں تو پیدا ہوا ہوں۔

طربدار نے اسے مارنے کے لیے گھونسہ اٹھایا ہی تھا کہ وہ جلدی سے بولا۔

رب عظیم کی قسم، شنگشت بھی ہوں اور خیرہ سر بھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ذرا سی۔

کیا کہا تم نے؟۔ شہباز چونک کر بولا۔ شنگشت بھی ہو اور خیرہ سر بھی۔ ۔ ۔ ۔ پورے شکرال میں شہداد کے بیٹے کے علاوہ اور کوئی بھی ایسا نہیں ہے کیا تم بھی انہی گیارہ آدمیوں میں سے ہو؟۔

یہی سمجھ لو۔

اور لوگ کہاں ہیں؟۔

اپنے حجروں میں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے علاوہ اور کسی نے بھی صف شکن کی بات پر یقین نہیں کیا تھا۔

مگر تم کیوں چلے آئے؟۔

انہیں دیکھنے کے شوق میں جنہیں تم درخت پر بٹھا آئے ہو۔ پتا نہیں بیچاریوں پر کیا گزری ہو۔

تم سے مطلب؟۔ طربدار بگڑ کر بولا۔

شارق نے قہقہہ لگایا اور عمران اٹھ بیٹھا۔

بھتیجے میں کہاں ہوں؟۔

جہاں بھی تھے وہاں سے ہم تمہیں دور اٹھا لائے ہیں۔ اگر تمہارے مشورے پر وہیں رکے رہتے تو بے ہوشی ہی کے عالم میں تمہیں چیونٹیاں گھسیٹ لے جاتیں۔

ٹھیک کہہ رہے ہو بھتیجے۔ ۔ ۔ ۔ وہ دونوں کہاں ہیں؟۔

یہیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور سخت اداس ہیں۔ کیوں۔ ۔ ۔ ۔ کیوں؟۔

وہ یاد آرہی ہوں گی جنہیں درخت پر بٹھا آئے ہیں۔

صف شکن، اسے سمجھاؤ، ورنہ پیٹ کر رکھ دوں گا۔ طربدار غرایا۔

ہاتھ ٹوٹ جائیں گے۔ میں شنگشت ہوں۔ شارق ہنس پڑا۔

لڑکے اب خاموش بھی رہو۔ شہباز بولا۔

دیکھو بھائی۔ مجھے صرف تین آدمی حکم دے سکتے ہیں۔ ایک میرا باپ دوسرا سردار شہباز اور تیسرا صف شکن۔ تمہارے کہنے سے میں خاموش نہیں رہ سکتا۔

شارق، اب بس کرو۔ مجھے کچھ سوچنے دو۔ ۔ ۔

تم کہتے ہو تو اب نہیں بولوں گا۔

تم اس حال کو کیونکر پہنچے۔ ۔ ۔ ؟ شہباز نے سوال کیا۔

میں سمجھا تھا کہ عورت میری باتوں میں آ گئی ہے لیکن اس نے بے خبری میں مجھے بے ہوشی کی دوا سنگھا دی۔

ہم جب وہاں پہنچے ہیں تو صرف تم ہی وہاں پڑے ملے تھے۔ ان تینوں کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

شش۔ ۔ ۔ وہ دیکھو۔ دفعتا شارق بولا۔ ادھر پہاڑ کی جانب۔

ہلکی سی محدود روشنی ایک جگہ دکھائی دی تھی اور پھر نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔ جلد ہی دوبارہ

دکھائی دی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹارچ کی روشنی میں کوئی کچھ تلاش کر رہا ہو۔

آو۔۔۔ اگر ہم نے اسے پکڑ لیا تو دشواریاں کم ہو جائیں گی۔ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

ہم اس پہاڑ کے قریب جانا پسند نہیں کریں گے۔ طربدار بولا۔

حالانکہ وہی تمہاری بربادیوں کا مرکز ہے۔ شاید تمہارے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو کہ وہاں ایک عمارت بھی موجود ہے۔

ناممکن۔۔۔ شہباز بولا۔

بھورے جانور کی کہانی سننے کے بعد تم اپنے رائے بدل دو گے لیکن فی الحال اس کا وقت نہیں ہے۔ اگر تم ساتھ نہیں دو گے تو میں تنہا جاوں گا۔

میں تمہارے ساتھ ہوں چچا۔ شارق اٹھتا ہوا بولا۔

طربدار تم یہیں ٹھہرو۔ میں جاوں گا صف شکن کے ساتھ۔ شہباز نے کہا۔

طربدار جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اور وہ تینوں تیزی سے روشنی کی طرف چل پڑے۔ روشنی کبھی دکھائی دیتی اور کبھی غائب ہو جاتی۔ اس کی پوزیشن میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی تھی۔ قریب پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ وہ روشنی پہاڑ کے دامن سے نہیں بلکہ اونچائی پر تھی۔

چچا، شاید یہی جگہ تھی۔ شارق آہستہ سے بولا۔

اندھیرے میں تم نے جگہ کیسے پہچان لی؟ عمران نے کہا۔

آسمان کی طرف منہ کر کے اس کٹاو کو دیکھو۔ کسی کتے کا پھیلا ہوا منہ لگتا ہے۔۔۔ لگتا ہے نا؟۔

عمران ترچھا ہو کر کسی طرح جھکا ہوا تھا۔ اور پھر بولا تھا۔ ہاں لگتا تو ہے؟۔

میں نے دوربین سے یہی کٹاو دیکھا تھا۔ ٹھیک اسی کے نیچے وہ لوگ غائب ہوئے تھے۔

لیکن۔۔۔ وہ روشنی کہاں غائب ہو گئی۔ اب تو نہیں دکھائی دیتی۔ شہباز نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ تھوڑی دیر تک وہیں خاموش کھڑے رہے تھے۔ پھر عمران نے اپنے تھیلے سے ٹارچ نکالی تھی۔ اور نیچے ہی نیچے اس کٹاو کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ جس کی نشاندہی شارق نے کی تھی۔

شہباز اور شارق نے اپنے اپنے تھیلوں سے ریوالور نکال لئے تھے۔

عمران عین اسی کٹاو کے نیچے جا رکا اور کچھ دیر ٹارچ کی روشنی میں اطراف وجوانب کا جائزہ لے کر بولا۔ اگر یہاں غائب ہوئے تھے تو یقین کرو کہ ان کے فرشتے بھی اس خطرناک ڈھلان پر چڑھنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔

میں نے کب کہا کہ وہ ڈھلان پر چڑھے تھے۔ بس نیچے ہی غائب ہو گئے تھے۔ شارق نے کہا۔

وہ روشنی اب کہاں ہے؟۔ شہباز نے کہا۔

کیوں کیا تم ڈر رہے ہو؟۔ عمران نے پوچھا۔

یہ پہاڑ خبیث اور ارواح کا بسیرا ہے۔ ہم بزرگوں سے سنتے آئے ہیں۔ شہباز نے جواب دیا۔

تم دونوں واپس جاو۔ میں خود دیکھوں گا۔ عمران غرایا۔

میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ شہباز نے بھی جواباً اسی لہجے میں کہا۔

تم نے سنا نہیں کہ شارق نے انہیں غائب ہوتے دیکھا تھا۔ کیا پتھروں نے نگل لیا انہیں؟۔

کچھ بھی ہو، میں تو چچا کے ساتھ ہوں۔ شارق بولا۔

پھر بکواس کی تو نے۔ شہباز اس پر الٹ پڑا۔

اے۔ اپنا لہجہ ٹھیک کرو۔

شہباز نے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ عمران ان کے درمیان آتا ہوا بولا۔ تم سے واقف نہیں ہے۔ بچہ ہے اور اب میں اسے بتا ہی دوں۔ ورنہ یہ اسی طرح کی الجھن پیدا کرتا رہے گا۔ کام بھی تو کرنا ہے۔

شہباز کچھ نہ بولا۔ عمران نے شارق سے کہا۔ صرف تمہارے باپ ہی کا یہ حشر نہیں ہوا۔ سردار شہباز بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں۔

تت۔۔۔تو۔۔۔کیا یہ؟۔

ہاں۔ یہ سردار شہباز ہیں۔

مجھے معاف کردو۔ سردار میں نہیں جانتا تھا۔ شارق اس کے قدموں میں جھکتا ہوا بولا۔ میں تمہارا بہت احترام کرتا ہوں۔

ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ شہباز اس کے بازو پکڑ کر سیدھا کرتا ہوا بولا تھا۔ تم کبھی کبھی مجھے غلط سمجھتے ہو وصف شکن۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ میں پیٹھ دکھانا چاہتا ہوں۔

میں نے کب کہا ہے کہ تم یہ چاہتے ہو۔ اور یہ لڑکا اسی کھال میں ہے جو تم نے اتاری تھی۔

شکر ہے رب عظیم کا۔ شہباز طویل سانس لے کر بولا۔ میں تو سمجھا تھا شاید یہ بھی مبتلا ہو گیا ہے۔

مجھے یہ لڑکا پسند آیا۔ اس کی تربیت کروں گا۔ عمران نے کہا اور پھر ٹارچ روشن کر لی۔ روشنی کا دائرہ آہستہ آہستہ بائیں جانب رینگ رہا تھا۔ پھر اچانک پلٹا اور دور تک دائیں جانب رینگتا چلا گیا۔ چٹان کا یہ حصہ سطح زمین سے کسی سطح دیوار کی طرح ابھرا ہوا تھا اور قریباً تیس چالیس فٹ کی اونچائی تک دیوار ہی کی مانند سیدھا گیا تھا۔ پھر مزید بلندی پچھتر ڈگری کے زاویے سے شروع ہوئی تھی۔

ناممکن۔۔۔۔۔ قطعی ناممکن۔ عمران مڑ کر بولا۔ پرندوں کے علاوہ شاید ہی کوئی ادھر سے اوپر پہنچ سکے۔ وہ نیچے ہی غائب ہوئے تھے چچا اور میں نے خواب نہیں دیکھا تھا۔ شارق بول پڑا۔

اس پر بھی یقین ہے مجھے۔

پھر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟۔ شہباز نے پوچھا۔

نیچے ہی کوئی راستہ موجود ہے۔

کیا مجھے اس بات پر ہنس پڑنا چاہئے؟۔ شہباز بولا۔

میں راستہ تلاش کر لوں گا۔ عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

بقول بڑے عابد کے۔ دل کی آنکھوں سے۔ شہباز ہنس پڑا۔ لیکن عمران کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

چٹان کی جڑ میں راستہ تلاش کر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد شہباز نے شارق سے کہا۔

ہاں۔۔۔۔ سردار۔

مجھے اسی کا ڈر تھا کہ کہیں وہ بھی ذہنی توازن نہ کھو بیٹھے۔

دفعتاً انہوں نے عجیب قسم کی گھڑ گھڑاہٹ سنی تھی۔ وہ اتنی تیز تھی کہ شہباز شارق کا جواب بھی نہیں سن سکا تھا۔۔۔ اور پھر جب عمران کی ٹارچ کی روشنی ایک جگہ چٹان کی سطح پر پڑی تو شہباز کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ چٹان میں ایک مستطیل خلا پیدا ہو گیا تھا۔ پھر گھڑ گھڑاہٹ دوبارہ سنائی دی اور وہ مستطیل نما خلا غائب ہو گیا۔ چٹان پہلے ہی جیسی صورت میں نظر آئی ایک چھلانگ لگا کر عمران ان کے قریب پہنچا تھا اور بولا تھا۔

بھاگو۔ انہوں نے غیر ارادی طور پر اس کی تقلید کی تھی۔ پھر قریب ہی کی ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پہنچ کر عمران بولا۔ رک جاو۔ ادھر اس طرف تاکہ ادھر سے دکھائی نہ دے سکو۔

راستہ پیدا کر لیا تھا تو بھاگے کیوں؟۔ شہباز نے آہستہ سے پوچھا۔

دیکھنا چاہتا ہوں کہ انہیں اس کی اطلاع تو نہیں ہو گئی۔ میں بھی کچھ بولوں۔ شارق مضطربانہ انداز میں بولا۔

بے تکی نہ بولنا۔ شہباز بولا۔

گر انہیں اطلاع نہ ہوئی ہو تب بھی ہمیں فی الحال اس راستے سے نہ گزرنا چاہیئے۔

کیوں؟۔ شہباز نے پوچھا۔

ہم صرف تین ہیں۔ نہ جانے وہ کتنے ہوں گے۔ اور پھر ہم نہیں جانتے کہ اندر کیا ہے۔

میں تم سے متفق ہوں بھتیجے۔ کم از کم ہمیں صبح تک صبر کرنا پڑے گا۔

میرا مطلب تھا کچھ اور لوگ بھی آ جاتے۔

صرف انہیں گیارہ کی حد تک جو جھروں میں چھپے بیٹھے ہیں کسی اچھے بھلے آدمی کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کروں گا۔ جنگل میں جگہ جگہ ریشوں کے جال پھیلے ہوئے ہیں۔

وہ آدھے گھنٹے تک پتھر کی اوٹ میں چھپے رہے تھے لیکن چٹان کی جانب سے کوئی غیر معمولی بات مشاہدے میں نہیں آئی تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اندر والوں کو کسی تبدیلی کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ عمران نے ان دونوں پر اپنا یہی خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیئے طربدار منتظر ہو گا۔

کچھ راستے طے کرنے کے بعد شہباز نے کہا۔ مجھے اس بھورے کے بارے میں بتاو؟۔

وہ بھی انہیں سفید فاموں میں سے تھا جو پہاڑ پر کام کر رہے ہیں۔ عمران بولا۔ اسے سزا کے طور پر جانور بنایا گیا تھا کیونکہ اس نے اس غیر انسانی حرکت پر احتجاج کیا تھا۔ شائد نہ کرتا لیکن جب اس نے دو سفید فام لڑکیوں کو بھی جانور بنا دیکھا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا۔

یہی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے اپنوں کو کیوں جانور بنایا؟۔

اسی لیے کہ شکرالی عورتیں ان کی دسترس سے دور رہیں۔ صرف گھروں تک محدود رہتی ہیں۔ شاد وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تمہاری اولادیں بھی بالدار ہوں گی یا نہیں۔

لعنت ہے بے غیرتوں پر۔ اس لیے اپنی ہی عورتیں پیش کر دیں۔

ان کی کتابوں میں غیرت نام کا کوئی لفظ نہیں پایا جاتا۔ عمران بولا۔ پتہ نہیں وہ بیچاریاں درخت سے اتر سکیں یا نہیں؟۔ شارق بولا۔

وہ دونوں خاموش ہی رہے۔

بہر حال، بھورے سے کچھ معلوم ہوا ہے۔ اس کا نام نکولس ہے اس نے مجھے بتایا کہ جنگل میں کئی جگہ ریشوں کا جال بچھایا گیا ہے وہ ریشے پہاڑ پر لگی ہوئی مشینوں کے ذریعے حرکت میں لائے جاتے ہیں اور ان کا مصرف اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ان کی زد میں کوئی آنے والا آدمی اپنے اوسان کھو کر بے ہوش ہو جائے اور پھر ان کا کوئی کارندہ آ کر اس بے ہوش آدمی کے جسم کے اندر وہ زہر داخل کر دے جس سے بالوں کی افزائش ہوتی ہے۔

لیکن طربدار کو دوسرا واقعہ پیش آیا تھا۔ شہباز بولا۔

ضروری نہیں ہے کہ ہر آدمی ان جگہوں سے ضرور گزرے جہاں جہاں انہوں نے ریشوں کے جال پھیلا رکھے ہیں۔ لہذا ایسے شکار کے لیے وہ وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں جو طربدار کے لیے کیا تھا۔ یعنی گیس کے ذریعے بے ہوش کر کے زہر جسم کے اندر پہنچا دیا جاتا ہے۔

لیکن آخر یہ ہمیں جانور کیوں بنا رہے ہیں؟۔

یہی تو دیکھنا ہے۔ بھورے کو بھی اس مقصد کا علم نہیں تھا۔ اس کے بیان کے مطابق مقصد کا علم لیزا اگوردو کو ہے۔ اور کسی کو نہیں۔

لیزا اگوردو کون ہے؟۔

وہی عورت۔

وہ شیطان کی بچی معلوم ہوتی ہے۔

بہر حال وہ مطمئن تھی کہ نکولس شکرالی زبان نہ جاننے کی بنا پر ہمیں کچھ بتا نہیں سکے گا۔ اسی لیے اس کو بھی اسی جنگل میں پھینکوا دیا گیا تھا۔ ان دونوں کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ نکولس کے قبضے میں کوئی اہم چیز تھی جسے حاصل کرنے کے لیے لیزا نے اسے دوبارہ پہاڑ پر لے جانا چاہا تھا۔

نکولس نے نہیں بتایا تمہیں؟۔

نہیں۔ میں نے کوشش کی تھی۔ لیکن وہ ٹال گیا۔ عمارت تک پہنچنے کا راستہ تو تمہیں نکولس بھی بتا سکتا تھا؟۔

لیزا کے علاوہ اور کوئی بھی راستہ نہیں جانتا۔ یہ بات نکولس نے میرے کاندھے پر پڑے ہوئے بتائی تھی۔ جنگل میں بھیجے جانے والوں کی آنکھوں پر چمڑے کے تسمے چڑھا دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر وہ تسمے جنگل ہی میں پہنچ کر اتارے جاتے ہیں۔

وہ پھر خاموش ہو گئے۔۔۔۔ تاریکی میں ڈوبا ہوا جنگل بھی جیسے اچانک خاموش ہو گیا تھا۔

--------------------ختم شد-----------------